

آؤ لو گو کیہیں نور خدا پاؤ گے ۛ لو مہین طور نشلی کا بتایا ہم نے

زولوا و

ہیسنے دن کے نظر پر

نمبر ۲

بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۴۷ء

جلد ۳

فہرست مضامین

ہوس آف لارڈس کے ایک مسلمان ممبر کی فاقہ - ۶۹-۷۰
یسوع کے نام میں دعا..... ۷۰-۷۲
کلیسیا کے بڑے بڑے عہدیدار کو
کچھ کرنا چاہئے - ۷۳-۷۴
متعلین انگل کا اتحاد اور عقیدے - ۷۴-۷۶
چند سالانہ اردو پرچہ..... ۷۷

مناز کی حقیقت اور برکات - ۴۱-۵۳
سیح کی بے نظیری - ۵۳-۶۱
راتا گھاٹ کا پادری - ۶۱-۶۹
نوٹ اور ریویو - ۶۹-۷۶
تاویان ضلع گورداسپور ۲۰ فروری سنہ ۱۹۴۷ء کو شائع ہوا

”ضروری عرض داشت“

”قابل توجہ جمیع مخلص و ذمی ہمت اجاب“

حضرت اقدس کے تائید ارشاد کے پُر زور دل کو کھپکھپا دینے والے الفاظ جماعت احمدیہ کے اکثر جہ
اجاب کے قانون تک عرصہ سے پہنچ چکے ہیں اور بدین خیال کہ پاک جماعت احمدیہ کا کوئی فرد بوجہ عدم
اعلام اپنے پیارے امام صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام کی بجا آوری سے قاصر رہ کر ثواب بارین
سے محروم نہ رہے۔ ہم نے پچھلے پرچہ ماہ جنوری سنہ ۱۹۷۱ء میں حضرت اقدس کے ان تائیدی کبریت
مجسم الفاظ کا اعادہ کر کے اپنے جملہ برادران کو توجہ دلائی تھی کہ حتی الوسع سعی کما یبغی کر کے پیارے
امام مکی اس نبرا کو جملہ افراد جماعت احمدیہ کے قانون تک پہنچایا جاوے۔ جس سے جملہ بھائیوں کو
اپنے امام مطاع کی بجا آوری کا موقع ملے جو ان کے لئے باعث حصول حسنت دارین ہو۔
سو شکر ہے کہ حسبِ نحوائی ”الاعمال بالنیات“ ہماری یہ کوشش بیخالی از منفعت نہین گئی
اور چونکہ محض نیک نیتی سے بغرضِ ثواب یہ آواز اپنے بھائیوں کے قانون تک پہنچانیکا ارادہ
کیا گیا تھا۔ اس واسطے اُسی محرک القلوب حقیقی کی تحریک سے امام صادق ع کے فرمان پر سر جھکا
دینے والی پاک روحین اس ارشاد کی تعمیل کی طرف ملتفت ہونے لگی ہیں۔ اور درخواستہا کے خریداری
کا آغاز شروع ہو گیا ہے مگر ابھی اس رفتار میں وہ سرعت پیدا نہین ہوئی جو تعداد خریداری کو حضرت
اقدس کی فرمائی ہوئی تعداد تک پہنچانیکے لئے کفایتی ہو اس واسطے اسکو سریع رفتار کر نیکی لئی اپنی جلدتہ
کے مخلص پُرچوش و باہمت اجاب کی بہت زیادہ توجہ درکار ہو۔ اور امید و اتق ہو کہ ایسے اجاب اس
کار خیر دینی میں جو مفاد دارین کا ایک سرشتہ خاص حصہ لیکر مامور و مرسل من اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری
ثبوت دینگے اور حسب استطاعت نو ذخیرہ بر بنکریا اور خریداری پیدا کر کے یا حسب توفیق اعانت اشاعت
رسالہ میں با تہد با کر ثواب عقی حاصل کریں گے۔ اللہ کو ے ایسا ہی ہو۔ آمین ثم آمین والسلام

منہج

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی سُوْلَہِ الْکَرِیْمِ

نماز کی حقیقت اور برکات

(از حضرت مسیح موعود)

دُعا کے متعلق یہ عموماً اعتراض کیا جاتا ہے کہ دعا اور تدبیر دو ایک دوسرے کے مخالف طریق ہیں اور اس لئے چونکہ ہمارے کاروبار تدبیر سے چل رہے ہیں دعا کی کوئی حاجت نہیں اور اس اعتراض کے کر نیوالے نہ صرف وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ہستی کے شکر میں بلکہ بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو مسلمان کہلاتے ہیں سو ایسے سب صاحبوں کو واضح ہو کہ قانون قدرت اور صحیفہ فطرت پر نظر ڈالنے سے ان تمام اوہام کا بڑی صفائی ہو جاتا ہے۔ خدا کا قانون قدرت جو ہماری نظر کے سامنے ہے ہمیں بتا رہا ہے کہ سلسلہ تدبیر اور معالجات کا طلب اور استدعا وابستہ ہے یعنی جب ہم فکر کے ذریعہ سے یا کسی اور طریق جستجو کے ذریعہ سے کسی تدبیر اور علاج کو طلب کرتے ہیں یا اگر ہم طلب کرنے میں حسن طریق کا ملکہ نہ رکھتے ہوں یا اگر اس میں کامل نہ ہوں تو مثلاً اس غور اور فکر کے لئے کسی ڈاکٹر کو منتخب کرتے ہیں اور وہ ہمارے لئے اپنی فکر اور غور کے وسیلہ سے کوئی حسن طریق ہماری شفا کا چھوٹا ہے تب اسکو قانون قدرت کی حد کے اندر کوئی طریق سوچ دیتا ہے جو کسی درجہ تک ہمارے لئے مفید ہوتا ہے سو وہ طریق جو ذہن میں آتا ہے وہ حقیقت اس خوض اور غور اور فکر اور توجہ کا نتیجہ ہوتا ہے جسکو ہم دوسرے لفظوں میں دعا کہہ سکتے ہیں کیونکہ فکر اور غور کے وقت جبکہ ہم ایک مخفی امر کی تلاش میں نہایت عمیق دریا میں اتر کر ہاتھ پیر مارتے ہیں تو ہم ایسی حالت میں یہ زبان حال اس اعظم طاقت سے فیض طلب کرتے ہیں جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں غرض جبکہ ہماری روح ایک چیز کے طلب کرنے میں بڑی سرگرمی اور سوز و گداز کے ساتھ مبدی فیض کی طرف ہاتھ پھیلاتی ہے اور اپنے تئیں عاجز پا کر فکر کے ذریعہ سے کسی اور جگہ سے روشنی

ڈھونڈتی ہے تو حقیقت ہماری وہ حالت بھی دعا کی ایک حالت ہوتی ہے۔ اسی دعا کے ذریعہ سے دنیا کی کل حکمتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اور ہر ایک بیت العلم کی کنجی دعا ہی ہے اور کوئی علم اور معرفت کا دقیقہ نہیں جو بغیر اس کے ظہور میں آیا ہو۔ ہمارا سوچنا ہمارا فکر کرنا اور ہمارا طلب مغنی کے لئے خیال کو دوڑانا یہ سب امور دعا ہی میں داخل ہیں صرف فرق یہ ہے کہ عارفوں کی دعا آداب معرفت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے اور ان کی روح مبد فیض کو شناخت کر کے بصیرت کے ساتھ اس کی طرف ہاتھ پھیلاتی ہے اور مجبوں کی دعا صرف ایک سرگردانی ہے جو فکر اور غور اور طلب سبب کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔ وہ لوگ جن کو خدا تعالیٰ سے ربط معرفت نہیں اور نہ پیر یقین ہے وہ بھی فکر اور غور کے وسیلہ سے ہی چاہتے ہیں کہ عجیبے کوئی کامیابی کی بات ان کے دل میں پڑ جائے اور ایک عارف دعا کرنے والا بھی اپنے خدا سے ہی چاہتا ہے کہ کامیابی کی راہ اس پر کھلے۔ لیکن محبوب جو خدا تعالیٰ سے ربط نہیں رکھتا وہ مبد فیض کو نہیں جانتا اور عارف کی طرح اس کی طبیعت بھی سرگردانی کے وقت ایک اور جگہ سے مدد چاہتی ہے اور اسی مدد کے پانی کے لئے وہ فکر کرتا ہے۔ مگر عارف اس مبد کو دیکھتا ہے اور یہ تاریکی میں چلتا ہے اور نہیں جانتا کہ جو کچھ فکر اور غور کے بعد بھی ملے میں پڑتا ہے وہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف ہی ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ متفکر کے فکر بطور دعا قرار دیکر بطور قبول دعا اس علم کو فکر کرنے والے کے دل میں ڈالتا ہے غرض جو حکمت اور معرفت کا نکتہ فکر کے ذریعہ سے دل میں پڑتا ہے وہ بھی خدا سے ہی آتا ہے اور فکر کر نیوالا اگرچہ نہ سمجھے مگر خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ مجھ سے ہی مانگ رہا ہے سو آخر وہ خدا سے اس مطلب کو پاتا ہے اور جیسا کہ میں نے بھی بیان کیا ہے یہ طریق طلب روشنی اگر علی البیضاء اور مادی حقیقی کی شناخت کے ساتھ ہو تو یہ عارفانہ دعا ہے اور اگر صرف فکر اور غور کے ذریعہ سے یہ روشنی لامعلوم مبد سے طلب کی جائے اور منور حقیقی کی ذات پر کامل نظر نہ ہو تو وہ مجھو باد دعا ہے۔

اب اس تحقیق سے تو یہی ثابت ہوا کہ تدبیر کے پیدا ہونے سے پہلا مرتبہ دعا کا ہے جسکو قانون قدرت نے ہر ایک بشر کے لئے ایک امر لایہی اور ضروری ٹھہرا رکھا ہے اور ہر ایک طالب مقصود کو طبعاً اس پل پر سے گزرنا پڑتا ہے۔ پھر جائے شرم ہے کہ کوئی ایسا خیال کرے کہ دعا اور تدبیر میں کوئی تناقض ہے۔ دعا کر نیسے کیا مطلب ہوتا ہے یہ تو ہوتا ہے کہ وہ عالم الغیب جسکو دقیق درو قیق تدبیر میں معلوم ہیں کوئی احسن تدبیر دلین ڈالے یا وجہ خالقیت اور قدرت اپنی طرف سے پیدا کرے پھر دعا اور تدبیر میں تناقض کیونکر ہو؟ علاوہ اسکے جیسا کہ تدبیر اور دعا کا باہمی رشتہ قانون قدرت کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے ایسا ہی

صحیفہ فطرت کی گواہی سے بھی یہی ثبوت ملتا ہے جیسا کہ دیکھا جاتا ہے کہ انسانی طبائع کسی مصیبت کے وقت جس طرح تیز اور علاج کی طرف مشغول ہوتی ہیں ایسا ہی طبعی جوش سے دعا اور صدقہ اور خیرات کی طرف جھکا جاتی ہیں۔ اگر دنیا کی تمام قوموں پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کسی قوم کا دانشور اس متفق علیہا مسئلہ کے برخلاف ثابت نہیں ہوا پس یہی ایک روحانی دلیل اس بات پر ہے کہ انسان کی شریعت باطنی نے بھی قدیم سے تمام قوموں کو یہی فتوے دیا ہے کہ وہ دعا کو اسباب اور تدابیر سے الگ نہ کریں بلکہ دعا کے ذریعہ سے تدابیر کو تلاش کریں۔

غرض دعا اور تدبیر انسانی طبیعت کے دو طبعی تقاضے ہیں کہ جو قدیم سے اور جب سے کہ انسان پیدا ہوا ہے حقیقی بھائیوں کی طرح انسانی فطرت کے خادم چلے آئے ہیں اور تدبیر دعا کے لئے بطور تبحر و ترقی کے اور دعا تدبیر کے لئے بطور محرک اور جاذب کے ہر اور انسان کی سعادت اسی میں ہے کہ وہ تدبیر کرے پہلے دعا کے ساتھ مبداء فیض سے مدد طلب کرے تا اس چشمہ لازوال سے روشنی پاکر عمدہ تدبیریں میسر آسکیں۔

پھر جبکہ قانون قدرت ہی بتلا رہا ہے کہ علم طلب ظنی ہے اور تمام تدابیر اور معالجات بھی ظنی تو اس صورت میں کس قدر نصیبی ہے کہ ایسے ظنیات پر بھروسہ کر کے مبداء فیض اور رحمت سے بذریعہ دعا طلب فضل نہ کیا جائے۔ دعا سے ہم کیا چاہتے ہیں یہی تو چاہتے ہیں کہ وہ عالم الغیب جسکو اصل حقیقت مرض کی بھی معلوم ہے اور دو ابھی معلوم ہے وہ ہماری دستگیری فرماوے اور چاہے تو وہ دوائیں ہمارے لئے میسر کرے جو نافع ہوں اور بیاپنے فضل اور کرم سے وہ دن ہی ہمو نہ دکھلاوے کہ ہمیں دواؤں اور طبیبوں کی حاجت پڑ گیا اس میں شک ہے کہ ایک اعلیٰ ذات تمام طاقتوں والی موجود ہے جسکے ارادہ اور حکم سے ہم جیتے اور مرتے ہیں اور جس طرف اسکا ارادہ جھکتا ہے تمام نظام زمین اور آسمان کا اسی طرف جھک جاتا ہے۔ اگر وہ چاہتا ہے کہ کسی ملک کی حالت صحت کسی وقت عمدہ ہو تو ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن سے پانی اس ملک کا ہر ایک عفونت سے محفوظ رہے اور ہوا میں کوئی تغیر غریبی پیدا نہ ہو اور غذا اصالحہ میسر آوے اور دوسرے تمام مخفی اسباب کیا ارضی اور کیا سماوی جو مضر صحت ہیں ظہور اور بروز نہ کریں اور اگر وہ کسی ملک کیلئے و با اور موت کو چاہتا ہے تو و باد کے پیدا کر نیولے اسباب پیدا کر دیتا ہے کیونکہ ملکوت السموات والارض اسی کے ماتھے میں ہے اور ہر ایک ذرہ دوا اور غذا اور اجرام اور اجسام کا اس کی آواز سنتا ہے یہ نہیں کہ وہ دنیا کو پیدا کر کے معطل اور بے اختیار کی طرح الگ ہو کر بیٹھ گیا ہے بلکہ اب بھی وہ دنیا کا خالق ایسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا چند سال میں ہمارا جسم کے پہلے اجزاء تحلیل پا جاتے ہیں اور دوسرے اجزاء ان کی جگہ آ جاتے ہیں سو یہ سلسلہ اقلق اور افزائش ہے۔

جو برابر جاری رہتا ہے ایک عالم فنا پذیر ہوتا ہے اور دوسرا عالم اس کی جگہ پکڑتا ہے۔ ایسا ہی ہمارا خالق و مالم عالم بھی ہو جسکے سہارے سے ہر ایک چیز کی بقا ہے یہ نہیں کہ اس نے کسی روح اور جسم کو پیدا نہیں کیا یا پیدا کر کے الگ ہو گیا بلکہ وہ فی الواقع ہر ایک جان کی جان ہے اور ہر ایک موجود محض اس سے فیض پا کر قائم رہ سکتا ہے اور فیض پا کر ابدی زندگی حاصل کرتا ہے جیسا کہ ہم بغیر اسکے جی نہیں سکتے ایسا ہی بغیر اسکے ہمارا وجود بھی پیدا نہیں ہوا پس جبکہ وہ ایسا خدا ہے کہ ہماری حیات اور زندگی اسی کے ماتھے میں ہے اور اسی کے حکم سے ہمارے وجود کے ذرات ملتے اور علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں تو پھر اسکے مقابل پر یہ کہنا کہ بغیر اس کی امداد اور فضل کے ہم محض اپنی تدبیروں پر بھروسہ کر کے جی سکتے ہیں کس قدر فاش غلطی ہے نہیں بلکہ ہماری تدبیریں بھی اسی کی طرف آتی ہیں۔ ہمارے ذہنوں میں تبھی روشنی پیدا ہوتی ہے جب وہ نچشتا ہے۔ پانی اور ہوا پر بھی ہمارا تصرف نہیں بہت سے اسباب ہیں جو ہمارے اختیار سے باہر اور صرف قبضہ قدرت خدا تعالیٰ میں ہیں جو ہماری صحت یا عدم صحت پر بڑا اثر ڈالنے والے ہیں جیسا کہ اللہ جل شانہ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ **وَنُفِثَ لَهَا رِيَّاحٌ وَالسَّحَابُ الْمُسْنِغُ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضُ لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ**۔ یعنی ہواؤں اور بادلوں کو پھینکنا یہ خدا تعالیٰ کا ہی کام ہے اور اس میں عقلمندوں کو خدا تعالیٰ کی ہستی اور اسکے اختیار کا کمال کا پتہ لگتا ہے۔ اور یہ پھینکاؤں کا قسم ہے کہ ایک ظاہری طور پر اور وہ یہ ہے کہ ہواؤں اور بادلوں کو ایک جہت سے دوسری جہت کی طرف اور ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف پھیرا جائے، دوسری قسم پھیرنے کی باطنی طور پر اور وہ یہ کہ ہواؤں اور بادلوں میں ایک کیفیت تریاقتی یا سستی پیدا کر دی جائے تا موجب امن و آسائش خلق ہوں یا امراض و بایئہ کا موجب ٹھہریں سوان و دونوں قسموں کے پھیرنے میں انسان کا دخل نہیں اور بالکل انسانی طاقت سے باہر ہیں اور باہرین ہمہ ایک شکل بھی پیش ہو کہ ہماری صحت یا عدم صحت کا مدار صرف ان ہی دو چیزوں پر نہیں بلکہ ہزار در ہزار اسباب ارضی و سماوی اور بھی ہیں جو دقیق و در دقیق اور انسان کی فکر اور نظر سے مخفی ہیں اور کوئی نہیں سکتا کہ یہ تمام اسباب اس کی جدوجہد سے پیدا ہو سکتی ہیں پس اس میں کیا شک ہے کہ انسان کو اس خدا کی طرف رجوع کرنے کی حاجت ہے جسکے ماتھے میں یہ تمام اسباب اور اسباب و اسباب ہیں اور جس طرح خدا تعالیٰ کی کتابوں میں نیک انسان اور بد انسان میں فرق کیا گیا ہے اور انکے جدا جدا مقام ٹھہرائے ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ کے قانون قدرت میں ان دو انسانوں میں بھی فرق ہے جن میں سے ایک خدا تعالیٰ کو چشمہ فیض سمجھ کر نذریہ حالی اور قالی دعاؤں کے اُس سے قوت و امداد

مانگتا اور دوسرا صرف اپنی تدبیر اور قوت پر بھروسہ کر کے دعا کو قابل مضحکہ سمجھتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ سے بے نیاز اور مشکبرانہ حالت میں رہتا ہے جو شخص مشکل اور مصیبت کی بوقت خدا سے دعا کرتا اور اس سے حل مشکلات چاہتا ہے۔ وہ بشرطیکہ دعا کو کمال تک پہنچا دے۔ خدا تعالیٰ سے اطمینان اور حقیقی خوشحالی پاتا ہے اور اگر بالفرض وہ مطلب سکون ملے تب بھی کسی اور قسم کی تسلی اور سکینت خدا تعالیٰ کی طرف سے اسکو عنایت ہوتی ہے اور وہ ہرگز ہرگز نامراد نہیں رہتا اور علاوہ کامیابی کے ایمانی قوت اس کی ترقی پکڑتی ہے اور یقین بڑھتا ہے لیکن جو شخص دعا کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف منہ نہیں کرتا وہ ہمیشہ اندھا رہتا اور اندھا مرنے والا ہے اور ہماری اس تقریر میں ان نادانوں کا جواب کافی طور پر ہے جو اپنی نظر خطا کارگی وجہ سے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ بتیہرے لیے آدمی نظر آتے ہیں کہ باوجود اسکے کہ وہ اپنے حال اور قال سے دعائیں قناہوتے ہیں پھر بھی اپنے مقاصد میں نامراد رہتے اور نامراد مرتے ہیں اور بمقابلہ انکے ایک اور شخص ہوتا ہے کہ نہ دعا کا قائل نہ خدا کا قائل وہ ان پر فتح پاتا ہے اور بڑی بڑی کامیابیاں اس کو حاصل ہوتی ہیں سو جیسا کہ ابھی میں نے اشارہ کیا ہے اہل مطلب دعا سے اطمینان اور تسلی اور حقیقی خوشحالی کا پانا ہے اور یہ ہرگز صحیح نہیں کہ ہماری حقیقی خوشحالی صرف اسی امر میں میسر آسکتی ہے جسکو ہم بذریعہ دعا چاہتے ہیں بلکہ وہ خدا جو جانتا ہے کہ ہماری حقیقی خوشحالی کس امر میں ہے وہ کامل دعا کے بعد ہمیں عنایت کر دیتا ہے جو شخص روح کی سچائی سے دعا کرتا ہے وہ ممکن نہیں کہ حقیقی طور پر نامراد رہ سکے بلکہ وہ خوشحالی جو نہ صرف دولت سے مل سکتی ہے اور نہ حکومت سے اور نہ صحت سے بلکہ خدا کے ہاتھ میں ہے جس پر ایمان چاہیے وہ عنایت کر سکتا ہے کہ ان وہ کامل دعاؤں سے عنایت کیجاتی ہے اگر خدا تعالیٰ چاہتا ہے تو ایک مخلص صوفی کو عین مصیبت کی بوقت میں دعا کے بعد وہ لذت حاصل ہو جاتی ہے جو ایک شہنشاہ کو تخت شاہی پر حاصل نہیں ہو سکتی سو اسی کا نام حقیقی مراد یابی ہے جو آخر دعا کرنے والوں کو ملتی ہے اور ان کی آفات کا خاتمہ بڑی خوشحالی کے ساتھ ہوتا ہے لیکن اگر اطمینان اور سچی خوشحالی حاصل نہیں ہوتی تو ہماری کامیابی بھی ہمارے لئے ایک دکھ ہے سو یہ اطمینان اور روح کی سچی خوشحالی تدابیر سے ہرگز نہیں بلکہ محض دعا سے ملتی ہے۔ مگر جو لوگ خاتمہ پر نظر نہیں رکھتے وہ ایک ظاہری مراد یابی یا نامرادی کو دیکھ کر مدار فیصلہ اسی کو ٹھہرا دیتے ہیں اور اصل بات یہ ہے کہ خاتمہ یا آخر ان ہی کا ہوتا ہے جو خدا سے ڈرتے اور دعائیں مشغول ہوتے ہیں اور وہی بذریعہ حقیقی اور مبارک خوشحالی کے سچی مراد یابی کی دولت غلط پاتے ہیں +

یہ بڑی بے انصافی اور سخت تباہی کے نیچے دبا ہوا خیال ہے کہ اس فیض سے انکار کیا جائے جو محض

دعا کی نالی کے ذریعہ سے آتا ہوا اور ان پاک نبیوں کی تعلیم کو منظر استخفاف دیکھا جائے جس کا عملی طور پر نمونہ ان ہی کے زمانہ میں کھل گیا ہے۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ان مقدسوں کی بددعا سے ہمیشہ وہ سرکش اور نافرمان ذلیل اور ہلاک ہوتے رہے ہیں جنہوں نے ان کا مقابلہ کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا کا اثر دیکھو جسے جوش سیہاڑ بھی پانی کے نیچے آگئے تھے اور کروڑوں انسان ایک دم میں دار الفنا میں پہنچ گئے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا پر غور کرو جس نے فرعون کو اسکے تمام لشکروں کے ساتھ ہلاک کیا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوت اور اثر کو سوچو جو ذریعہ سے یہودیوں کا استیصال رومی سلطنت کے ہاتھ سے ہوا۔ پھر ہمارے سید و مولیٰ کی بددعا میں ذرہ فکر کرو کہ کیونکر اس بددعا کے بعد شریر ظالموں کا انجام ہوا۔

اب کیا تسلی بخش ثبوت نہیں ہے کہ قدیم سے خدا تعالیٰ کا ایک روحانی قانون قدرت کے ہر دعا پر حضرت احدیت کی توجہ جوش مارتی ہو اور سکینت اور طمینان اور حقیقی خوشحالی ملتی ہو اگر ہم ایک مقصد کی طلب میں غلطی پر نہ ہوں تو وہی مقصد ملتا ہے اور اگر ہم اس خطا کا برہم کی طرح جو اپنی مان سے سانپ یا آگ کا ٹکڑہ مانگتا ہے اپنی دعا اور سوال میں غلطی پر ہوں تو خدا تعالیٰ وہ چیز جو ہمارے لئے بہتر ہو عطا کرتا ہے اور یا این ہمہ دونوں صورتوں میں ہمارے ایمان کو بھی ترقی دیتا ہے کیونکہ ہم دعا کے ذریعہ سے پیش از وقت خدا تعالیٰ سے علم پاتے ہیں اور ایسا یقین بڑھتا ہے کہ گویا ہم اپنے خدا کو دیکھ لیتے ہیں اور دعا اور استجابت میں ایک رشتہ ہر کہ ابتداء سے اور جب کہ انسان پیدا ہوا برابر چلا آتا ہے جب خدا تعالیٰ کا ارادہ کسی بات کے کر نیکی کے لئے توجہ فرماتا ہے تو سنت اللہ یہ ہے کہ اس کا کوئی مخلص بندہ اضطراب اور کرب اور قلق کے ساتھ دعا کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے اور اپنی تمام ہمت اور تمام توجہ اُس امر کے ہو جانیکے لئے مصروف کرتا ہے تب اس مرد فانی کی دعائیں فیض الہی کو آسمان کے کھینچتی ہیں اور خدا تعالیٰ ایسے نئے اسباب پیدا کر دیتا جن سے کام نہ جائے۔ یہ دعا اگرچہ بے عالم ظاہر انسان کو کاٹھنسی ہوتی ہے مگر حقیقت وہ انسان خدا میں فانی ہوتا ہے اور دعا کر نیکی کے وقت میں حضرت احدیت و جلال میں ایسے فنا کے قدم سے آتا ہے کہ اس وقت وہ ہاتھ اسکا ہاتھ نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے یہی دعا ہے جس سے خدا پہنچا جاتا ہے اور اس ذوالجلال کی ہستی کا پتہ لگتا ہے جو ہزاروں پردوں میں غفی ہے۔ دعا کر نیوالو کے لئے آسمان زمین سے نزدیک آجاتا ہے اور دعا قبول ہو کر شکل کشائی کے لئے نئے اسباب پیدا کیے جاتے ہیں اور ان کا علم پیش از وقت دیا جاتا ہے اور کم سے کم کچھ آہنی کی طرح قبلت دعا کا یقین غیب کے دلیں بٹھ جاتا ہے۔ سچ یہی ہے کہ یہ دعا نہ ہوتی تو کوئی انسان خدا شناسی کے بارے میں حق یقین تک نہ پہنچ سکتا۔ دعا سے الہام ملتا ہے۔ دعا سے ہم خدا تعالیٰ

کے ساتھ کلام کرتے ہیں۔ جب انسان اخلاص اور توحید اور محبت اور صدق اور صفا کے قدم سے دعا کرتا کرتا فنا کی حالت تک پہنچ جاتا ہے تب وہ زندہ خدا اسپر ظاہر ہوتا ہے جو لوگوں سے پوشیدہ ہے۔ عاکی ضرورت نہ صرف اسوجہ ہے کہ ہم اپنے دنیوی مطالب کو پاوین بلکہ کوئی انسان بغیر ان قدرتی نشا نوٹ کے ظاہر ہونیکے جو دعا کے بظاہر ہوتے ہیں اس سے ذوالجلال خدا کو پا ہی نہیں سکتا جس کے ہتھکے دل دور پڑے ہوئے ہیں۔ نادان خیال کرتا ہے کہ دعا ایک لغو اور بیہودہ امر ہے مگر اسے معلوم نہیں کہ صرف ایک دعا ہی ہے جس سے خداوند ذوالجلال ڈھونڈنے والو پر تجلی کرتا اور انا للہ اور کا الہام اُنکے دل و نیر ڈالتا ہے۔ ہر ایک یقین کا بھوکا اور پیاسا یاد رکھے کہ اس زندگی میں روحانی روشنی کے طالب کے لئے صرف دعا ہی ایک ذریعہ ہے جو خدا تعالیٰ کی ہستی یقین بخشتا اور تمام شکوک و شبہات کو دور کر دیتا ہے۔ کیونکہ جو مقاصد بغیر دعا کے کسی کو حاصل ہوں وہ نہیں جانتا لگیکر اور کہان سے اسکو حاصل ہوئے بلکہ صرف تدبیرون پر زور ماریں والا اور دعا سے غافل رہنے والا خیال نہیں کر سکتا کہ یقیناً وحقاً خدا تعالیٰ کے ہاتھ نے اسکے مقاصد کو اسکے دامن میں ڈالا ہے یہی وجہ کہ جو شخص دعا کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر کسی کامیابی کی بشارت دیا جاتا ہے وہ اس کام کے ہو جانے پر خدا تعالیٰ کی شناخت اور معرفت اور محبت میں آگے قدم بڑھاتا ہے اور اس قبولیت دعا کو اپنے حق میں ایک عظیم الشان نشان دیکھتا ہے اور اسی طرح وقتاً فوقتاً یقین سے پر ہو کر جذبات نفسانی اور ہر ایک قسم کے گناہ سے ایسا مجتنب ہو جاتا ہے کہ گویا صرف ایک روح رہ جاتا ہے لیکن جو شخص دعا کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کے رحمت آمیز نشانوں کو نہیں دیکھتا وہ باوجود تمام عمر کی کامیابیوں اور بیشمار دولت اور مال اور اسباب تنعم کے دولت حق یقین سے بے بہرہ ہوتا ہے اور وہ کامیابیوں اسکے دل پر کوئی نیک اثر نہیں ڈالتین بلکہ جیسے جیسے دولت اور اقبال پاتا ہے غرور اور تکبر میں بڑھتا جاتا ہے خدا تعالیٰ پر لگرا سکد کچھ ایمان بھی ہو تو ایسا مردہ ایمان ہوتا ہے جو اسکو نفسانی جذبات سے روک نہیں سکتا۔ اور حقیقی پاکیزگی بخش نہیں سکتا۔

یہ بات یاد رہے کہ اگرچہ قضا و قدر میں سب کچھ مقرر ہو چکا ہے مگر قضا و قدر نے علوم کو ضائع نہیں کیا سو جیسا کہ باوجود تسلیم مسئلہ قضا و قدر کے ہر ایک کو علمی تجارب کے ذریعہ سے ماننا پڑتا ہے کہ بیشک دواؤں میں خواص پوشیدہ ہیں اور اگر مرض کے مناسب حال کوئی دوا استعمال ہو تو خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے بیشک مریض کو فائدہ ہوتا ہے سو ایسا ہی علمی تجارب کے ذریعہ سے ہر ایک عارف کو ماننا پڑتا ہے کہ دعا کا قبولیت کے ساتھ ایک رشتہ ہے۔ ہم اس راز کو معقولی طور پر دوسروں کے دل و نین بٹھا سکیں یا نہ بٹھا سکیں مگر کڑا بار استدلال ہے

تجاربہ کے اور خود ہمارے تجربے اس مخفی حقیقت کو ہمیں دکھلا دیا ہے کہ ہمارا دعا کرنا ایک قوت متناطیسی کھتا ہے اور فضل اور رحمت الہی کو اپنی طرف کھینچتا ہے نماز کا مغز اور روح بھی دعا ہی ہے جو سورہ فاتحہ میں ہمیں تعلیم دی گئی ہے جب ہم اپنا الصراط المستقیم کہتے ہیں تو اس دعا کے ذریعہ سے اس نور کو اپنی طرف کھینچنا چاہتے ہیں جو خدا تعالیٰ سے امتداد اور دلون کو یقین اور محبت سے منور کرتا ہے۔

بعض لوگ جلدی سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم دعا سے منع نہیں کرتے مگر دعا سے مطلب صرف عبادت ہے جس پر ثواب مترتب ہوتا ہے مگر فحوص کہ یہ لوگ نہیں سوچتے کہ ہر ایک عبادت جسکے اندر خدا تعالیٰ کی طرف سے روحانیت پیدا نہیں ہوتی اور ہر ایک ثواب جس کی محض خیال کے طور پر کسی آئندہ زمانہ پر امید رکھی جاتی ہو وہ سخیال باطل ہے حقیقی عبادت اور حقیقی ثواب ہی ہے جسکے سی دنیا میں انوار اور برکات محسوس بھی ہوں ہماری پیش کش کی قبولیت کے آثار یہی ہیں کہ ہم عین دعا کی وقت میں اپنی دل کی آنکھ سے مشاہدہ کریں کہ ایک تریاتی نور خدا سے امتداد اور ہمارے دل کو نہریلے سوا کو کھوتا اور ہمارے ہر ایک شعلہ کی طرح گزرتا اور فی الفور ہمیں ایک پاک کیفیت انشراح صدر اور یقین اور محبت اور لذت اور انس اور ذوق سے پر کر دیتا ہے۔ اگر یہ امر ہمیں ہو تو پھر دعا اور عبادت بھی ایک سم اور عادت ہے ہر ایک دعا کو ہماری دنیوی مشکل کشائی کیلئے ہو۔ مگر ہماری ایمانی حالت اور عرفانی مرتبت پر گزر کر آتی ہے یعنی اول ہمیں ایمان اور عرفان میں ترقی بخشی ہو اور ایک پاک سکینت اور انشراح صدر اور اطمینان اور حقیقی خوشحالی میں عطا کر کے پھر ہماری دنیوی کمزوریاں پر اپنا اثر ڈالتی ہو اور جس پہلو سے مناسب ہو اس پہلو سے ہمارے عم کو دور کر دیتی ہے پس اس تمام تحقیقات سے ثابت ہے کہ دعا اسی حالت میں دعا کہا جاسکتی ہے کہ جب درحقیقت اس میں ایک قوت کشش ہو اور واقعی طور پر دعا کرنے کے بعد آسمان سے ایک نور اتے جو ہماری گھبراہٹ کو دور کرے اور ہمیں انشراح صدر بخشنے اور سکینت اور اطمینان عطا کرے۔ ہاں حکیم مطلق ہماری دعاؤں کے بعد دو طور سے نصرت اور امداد کو نازل کرتا ہے (۱) ایک یہ کہ اس بلا کو دور کر دیتا ہے جسکے نیچے ہم دیکھ رہے ہیں (۲) دوسرے یہ کہ بلا کی برداشت کے لئے ہمیں فوق العادت قوت عنایت کرتا ہے۔ بلکہ اس میں لذت بخشا ہو اور انشراح صدر عنایت فرماتا ہے پس ان دونوں طریقوں سے ثابت ہے کہ دعا سے ضرور نصرت الہی نازل ہوتی ہے۔ دعا کی ماہیت یہ ہے کہ ایک سعید بندہ اور اسکے رب میں ایک تعلق مجاؤ ہے یعنی پہلے خدا تعالیٰ کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے پھر بندہ کے صدق کی کشش سے خدا تعالیٰ اس سے نزدیک ہو جاتا ہے اور دعا کی حالت میں وہ تعلق ایک خاص مقام پر پہنچ کر اپنے خواص عجیبہ پیدا کرتا ہے جو جو وقت بندہ کسی سخت مشکل میں مبتلا ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف کا یقین

اور کامل امید اور کامل محبت اور کامل وفاداری اور کامل ہمت کے ساتھ جھکتا ہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردہ کو جھیرتا ہوا فنا کے میدانوں میں آگے سے آگے نکل جاتا ہے پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہ الوہیت ہے اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں تب اس کی روح اس آستانہ پر سر رکھ دیتی ہے اور قوت جذب جو اس کے اندر رکھی گئی ہے وہ خدا تعالیٰ کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے تب اللہ جل شانہ اس کام کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس دعا کا اثر ان تمام مبادی اسباب پر ڈالتا ہے جن سے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں جو اس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے ضروری ہیں مثلاً اگر بارش کیلئے دعا ہو تو بعد استجاب دعا کے وہ اسباب طبعیہ جو بارش کیلئے ضروری ہوتے ہیں اس دعا کے اثر سے پیدا کئے جاتے ہیں اور اگر قحط کے لئے دعا ہے تو قادر مطلق فخالق الفنا اسباب کو پیدا کر دیتا ہے اسی وجہ سے یہ بات ارباب کشف اور کمال کے نزدیک بڑے بڑے تجاربے ثابت ہو چکی ہے۔ کہ کامل کی دعائیں ایک قوت محوین پیدا ہو جاتی ہیں یعنی باذن تعالیٰ وہ عالم سفلی اور علوی میں تصرف کرتی ہے اور عناصر و اجرام فلکی اور انسانوں کے دلوں کو اس طرف لے آتی ہے جو طرف موید مطلوب ہے۔ خدا تعالیٰ کی پاک کتابوں میں اسکی نظیریں کچھ کم نہیں ہیں بلکہ عجاز کے بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجاب دعا ہی ہے۔ اور جس قدر ہزاروں معجزات انبیاء سے ظہور میں آئے یا جو کچھ کاویا شے کرام ان دنوں تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے اسکا اصل اور منبع یہی دعا ہے اور اکثر دعاؤں کے اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرت قادر کا متناشا دکھلا رہے ہیں وہ جو عرب کے بیانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الہی رنگ پکڑ گئے۔ اور اکھوں کے اندھے بینا ہوئے۔ اور گونگون کی زبان پر الہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یہ کہ دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی اکٹھے نے دیکھا اور کسی کان نے سنا کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا۔ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا۔ اور وہ عجیب باتیں دکھلائیں کہ جو اس قسمی عجائبات کی طرح نظراتی تھیں۔ اللہم صل وسلم وبارک علیہ آلہ بعد وہمہ و نعمہ و جزا لہذہ الامتہ وانزل علیہ انوار رحمتک الی الابد۔

اور میں اپنے ذاتی تجربہ سے بھی دیکھ رہا ہوں کہ دعاؤں کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے بلکہ اسباب طبعیہ کے سلسلہ میں کوئی چیز ایسی عظیم تاثیر نہیں جیسی کہ دعا ہے اور اگر یہ شبہ ہو کہ بعض عابین خطا جاتی ہیں اور ان کا کچھ اثر معلوم نہیں ہوتا تو میں کہتا ہوں کہ یہی حال دواؤں کا بھی ہے۔ کیا دواؤں نے موت کا دروازہ بند کر دیا ہے؟ یا ان کا خطا جانا غیر ممکن ہے؟ مگر کیا باوجود اس بات کے کوئی ان کی تاثیر سے انکار کر سکتا ہے؟

یہ سچ ہے کہ ہر ایک امر پر تقدیر محیط ہو رہی ہے۔ مگر تقدیر نے علوم کو ضائع اور ہجرت نہیں کیا اور نہ اسباب کو بے اعتبار کر کے دکھلایا۔ بلکہ اگر غور کر کے دیکھو تو یہ جسمانی اور روحانی اسباب بھی تقدیر سے باہر نہیں ہیں مثلاً اگر ایک بیمار کی تقدیر نیک ہو تو اسباب علاج پورے طور پر پیش آجاتے ہیں۔ اور جسم کی حالت بھی ایسے درجہ پر ہوتی ہے کہ وہ اُن سے نفع اٹھانے کے لئے مستعد ہوتا ہے تب دو انشان کی طرح جا کر اثر کرتی ہے یہی قاعدہ دعا کا بھی ہے۔ یعنی دعائے لئے بھی تمام اسباب و شرائط قبولیت اُنہی جگہ جمع ہوتے ہیں جہاں ارادہ الہی اُس کے قبول کرنے کا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے نظام جسمانی اور روحانی کو ایک ہی سلسلہ موثرات اور مشائرات میں باندھ رکھا ہے۔ پھر جب ہم اس بات کو بھی مانتے ہیں کہ دار آخرت کی سعادتیں اور نعمتیں اور لذتیں اور اختیارات جن کی نجات سے تعبیر کی گئی ہے ایمان اور ایمانی دعاؤں کا نتیجہ ہیں تو ماننا پڑا کہ بلاشبہ ایک عومن کی دعائیں اپنے اندر اثر رکھتی ہیں اور آفات کے دور ہونے اور مرادات کے حاصل ہونے کا موجب ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ اگر موجب نہیں ہو سکتیں تو پھر کیا وجہ کہ قیامت میں موجب ہو جائیں گی۔ سوچو اور خوب سوچو کہ اگر درحقیقت دعا ایک بے تاثیر چیز ہے اور دنیا میں کسی آفت کے دور ہونے کا موجب نہیں ہو سکتی تو کیا وجہ کہ قیامت کو موجب ہو جائے گی۔ یہ بات تو نہایت صاف ہے کہ اگر ہماری دعاؤں میں آفات بچنے کے لئے درحقیقت کوئی تاثیر ہے تو وہ تاثیر اس دنیا میں بھی ظاہر ہونی چاہئے ہمارا یقین بڑھے اور امید بڑھے اور تا آخرت کی نجات کے لئے ہم زیادہ سرگرمی سے دعائیں کریں۔ اور اگر درحقیقت دعا کچھ چیز نہیں صرف پیشانی کا نوشتہ پیش آنا ہے تو جیسا دنیا کی آفات کے لئے دعا باعث ہے اسی طرح آخرت کے لئے بھی باعث ہوگی اور اس پر امید رکھنا طمع خام ہے +

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دعا جو خدا تعالیٰ کی پاک کلام نے مسلمانوں پر فرض کی ہواس کی فرضیت کے چار سبب ہیں (۱) ایک یہ کہ ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر توحید پر پختگی حاصل ہو۔ کیونکہ خدا سے مانگنا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ مرادوں کا دینے والا صرف خدا ہے۔ (۲) دوسرے یہ کہ تادعا کے قبول ہونے اور مراد کے ملنے پر ایمان قوی ہو۔ (۳) تیسرے یہ کہ اگر کسی اور رنگ میں عنایت الہی شامل حال ہو تو علم اور حکمت زیادت پکڑے۔ (۴) چوتھے یہ کہ اگر دعا کی قبولیت کا الہام اور رسد کے ساتھ وعدہ دیا جائے اور اسی طرح ظہور میں آوے تو معرفت الہی ترقی کرے اور معرفت سے یقین اور یقین سے محبت اور محبت سے ہر ایک گناہ اور غیر اللہ سے انقطاع حاصل ہو جو حقیقی نجات کا ثمرہ ہے لیکن اگر کسی کو بطور

خود مرادین ملتیں چاہتیں اور خدا تعالیٰ سے دوری اور منجوبی ہو تو وہ تمام مرادین انجام کار حسین ہیں اور وہ تمام مقاصد جن پر فخر کیا جاتا ہے آخر الامر جائے افسوس اور تاسف ہیں دنیا کے تمام عیش آخر رخ سے بدل جائینگے اور تمام راحتیں دکھ اور درد کھائی دین گی مگر وہ بصیرت اور معرفت جو انسان کو دعائے حاصل ہوتی ہے اور وہ نعمت جو دعائے وقت آسمانی خزانہ سے ملتی ہے وہ کبھی کم نہ ہوگی اور نہ اسپر زوال آئے گا بلکہ روز بروز معرفت اور محبت الہی میں ترقی ہو کر انسان اس زینہ کے ذریعہ سے جو دعائے فردوس اعلیٰ کی طرف چڑھتا جائے گا۔ خدا تعالیٰ کی چار اعلیٰ درجہ کی صفتیں ہیں جو ام الصفات ہیں اور ہر ایک صفت ہماری بشریت سے ایک امر مانگتی ہے اور وہ چار صفتیں یہ ہیں: ربوبیت - رحمانیت - حمیت - ملکیت یوم الدین -

(۱) ربوبیت اپنے فیضان کے لئے عدم محض یا مشابہ بالعدم کو چاہتی ہے اور تمام انواع مخلوق کی جاندار ہوں یا غیر جاندار اسی سے پیرائے وجود پہنتے ہیں۔

(۲) رحمانیت اپنے فیضان کے لئے محض عدم کو ہی چاہتی ہے یعنی اس عدم محض کو جسکے وقت میں وجود کا کوئی اثر اور ظہور نہ ہو اور صرف جانداروں سے تعلق رکھتی ہے اور چیزوں سے نہیں۔

(۳) حمیت اپنے فیضان کیلئے موجود و الغفل کے منہ سے نیستی اور عدم کا اقرار چاہتی ہے۔ اور صرف نوع انسان سے تعلق رکھتی ہے۔

(۴) ملکیت یوم الدین اپنے فیضان کیلئے فقہانہ تصریح اور الحاح کو چاہتی ہے۔ اور صرف ان انسانوں سے تعلق رکھتی ہے جو گداؤں کی طرح حضرت احدیث کے آستانہ پر گرتے ہیں اور فیض پانے کیلئے دامنِ فلاس بھیلاتے ہیں اور سچ اپنے تئیں ہی دست پا کر خدا تعالیٰ کی ملکیت پر ایمان لاتے ہیں۔

یہ چار الہی صفتیں ہیں جو دنیا میں کام کر رہی ہیں اور ان میں سے جو حمیت کی صفت ہے وہ دعائے تحریک کرتی ہے اور ملکیت کی صفت خوف اور قلق کی آگ سے گدار کر کے سپا خشوع اور خضوع پیدا کرتی ہے کیونکہ اس صفت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ مالک جزا ہے کسی کا حق نہیں جو دعائے سے کچھ طلب کرے اور مغفرت اور نجات محض فضل پر ہے۔

اب خلاصہ کلام یہ کہ خدا تعالیٰ کی یہ چار صفتیں ہیں جو قرآنی تعلیم اور تحقیق عقل سے ثابت ہوتی ہیں۔ اور پھر ان کے رجحانیت کی صفت ہے جو تقاضا کرتی ہے کہ کوئی انسان دُعا کرے تا اس دعا پر فیوض الہی نازل ہوں۔

ہم نے براہین احمدیہ اور کلمات الصادقین میں بھی یہ ذکر کیا ہے کہ کیونکہ یہ چاروں صفتیں لف و نشر مرتب کے طور پر

سورۃ فاتحہ میں بیان کی گئی ہیں اور کیونکہ صحیفہ فطرت پر نظر ڈال کر ثابت ہوتا ہے کہ اسی ترتیب کے جو سورۃ فاتحہ میں ہے۔ یہ چاروں صفات خدا کی فعلی کتاب قانون قدرت میں پائی جاتی ہیں۔ اب دعائے انکار کرنا یا اسکو بے سوچ سمجھا یا جذب فیوض کیلئے اسکو ایک محرک قرار نہ دینا گویا خدا تعالیٰ کی تیسری صفت سے جو رحیمیت ہے انکار کرنا ہے مگر یہ انکار پردہ دہشت کی طرف ایک حرکت ہے کیونکہ رحیمیت ہی ایک ایسی صفت ہے جسکے ذریعے سے باقی تمام صفات یقیناً بڑھتا اور کمال تک پہنچتا ہے۔ وجہ یہ کہ جب ہم خدا تعالیٰ کی رحیمیت کے ذریعے سے اپنی دعاؤں اور تضرعات پر الہی فیوض کو پاتے ہیں۔ اور ہر ایک قسم کی مشکلات حل ہوتی ہیں تو ہمارا ایمان خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کی قدرت اور رحمت اور دوسری صفات کی نسبت بھی حق یقین تک پہنچتا ہے اور ہمیں چندیدہ اجر کی طرح سمجھ آ جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ درحقیقت حمد اور شکر کا مستحق ہے اور درحقیقت اس کی ربوبیت اور رحمانیت اور دوسری صفات سب سے استوار و صحیح ہیں لیکن بغیر رحیمیت کے ثبوت کے دوسری صفات بھی مشتبہ رہتی ہیں +

ظاہر ہے کہ امر مقدم اور ایک بھاری مرحلہ جو ہمیں طے کرنا چاہیے وہ خدا شناسی ہے اور اگر ہماری خدا شناسی ہی ناقص اور شبہ اور دھندلی ہو تو ہمارا ایمان ہرگز منور اور چمکیلا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ خدا شناسی جب تک کہ رحیمیت کی صفت کے ذریعے سے ہمارا چشم دید واقعہ نہ بن جائے۔ تب تک ہم کسی طرح سے اپنے رب کریم کی حقیقی معرفت کے چشمہ سے آب زلال نہیں پی سکتے۔ اگر ہم اپنے تئیں دھوکہ نہ دیں تو ہمیں اقرار کرنا پڑے گا کہ ہم تکمیل معرفت کیلئے اس بات کے محتاج ہیں کہ خدا تعالیٰ کی صفت رحیمیت کے ذریعے سے تمام شکوک و شبہات ہمارے دور ہو جائیں اور خدا تعالیٰ کی رحمت اور فضل اور قدرت کی صفات تجربہ بین اگر ہمارے دل پر ایسا قوی اثر پڑے کہ ہمیں ان نفسانی جذبات سے چھوڑا جائے جو محض کمزوری ایمان اور یقین کی وجہ سے ہمارے پر غالب آتے اور دوسرے لطیف رخ کر دیتے ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ انسان اس چند روزہ دنیا میں اگر جو اس کے خدا شناسی کی پر زور کرنیں اس کے دل پر نہیں پڑتیں ایک خوفناک تاریکی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور جب قدر دنیا اور دنیا کی املاک اور دنیا کی ریاستیں اور حکومتیں اور دولتیں اس کو پیاری معلوم ہوتی ہیں اس قدر عالم معاد کی لذات اور خوشحالی حقیقی کی جستجو اسکو نہیں ہوتی اور اگر کوئی نسخہ دنیا میں ہمیشہ رہنے کا نکلے تو اپنے منہ سے اس بات کے کہنے کے لئے تیار ہے کہ میں بہشت اور عالم آخرت کی نعمتوں کی خواہش سے باز آیا پس اس کا کیا سبب ہے یہی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت اور رحمت اور وعدہ و پیمان حقیقی ایمان نہیں پس حق کے طالب کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اس حقیقی ایمان کی تلاش میں لگا رہے۔ اور اپنے تئیں یہ دھوکہ نہ دے کہ میں مسلمان ہوں اور خدا اور رسول پر ایمان لاتا ہوں مگر قرآن شریف

پڑھتا ہوں۔ شرک سے بیزار ہوں۔ نماز کا پابند ہوں اور ناجائز اور بد باتوں سے اجتناب کرتا ہوں کیونکہ
 میرے بعد کامل نجات اور سچی خوشحالی اور حقیقی سرور کا وہ شخص مالک ہو گا جس نے وہ زندہ اور حقیقی نور اس
 دنیا میں حاصل کر لیا ہے جو انسان کے منہ کو اسکے تمام قوتوں اور طاقتوں اور ارادوں کے ساتھ خدا تعالیٰ
 کی طرف پھیر دیتا ہے اور جس سے اس سفلی زندگی پر ایک موت طاری ہو کر انسانی روح میں ایک سچی تبدیل پیدا ہو جاتی
 ہے۔ وہ زندہ اور حقیقی نور کیا چیز ہے؟ وہی خدا اور طاقت ہے جس کا نام یقین اور معرفت نامہ ہے یہ وہی طاقت
 ہے جو اپنے زور آور ہاتھ سے ایک خوفناک اور تاریک گڑھے سے انسان کو باہر لاتی اور نہایت روشن اور
 پُر امن فضا میں بٹھا دیتی ہے۔ اور قبل اسکے جو یہ روشنی حاصل ہو تمام اعمال صالحہ رسم اور عادت کے رنگ میں
 ہوتے ہیں اور اس صورت میں ادنیٰ ادنیٰ ابتلاؤں کی وقت انسان کھٹو کر کھا سکتا ہے بجز اس مرتبہ یقین کے
 خدا سے معاملہ صافی کس کا ہو سکتا ہے؟ جس کو یقین دیا گیا ہو وہ پانی کی طرح خدا کی طرف بہتا ہے اور ہوا کی طرح اس کی
 طرف جاتا ہے اور آگ کی طرح غیر کو جلا دیتا ہے اور مصائب میں زمین کی طرح ثابت قدمی دکھاتا ہے۔ خدا کی معرفت
 دیوانہ بنا دیتی ہے مگر لوگوں کی نظریں دیوانہ اور خدا کی نظریں عقلمند اور فرزاند۔ یہ شربت کیا ہی شیرین ہو کہ حلق
 سے اترتے ہی تمام بدن کو شیریں کر دیتا ہے اور یہ دودھ کیا ہی لذیذ ہے کہ ایک دم میں تمام نصتوں سے فارغ
 اور لاپرواہ کر دیتا ہے مگر ان دعاؤں سے حاصل ہوتا ہے جو جان کو تحصیل پر رکھ کر کھاتی ہیں۔ اور کبھی دوسرے
 کے خون سے نہیں بلکہ اپنی سچی قربانی سے حاصل ہوتا ہے۔ کیسا مشکل کام ہے۔ آہ صد آہ۔

مسیح کی بنیظیری

عیسائی اخبارات اور عیسائی لیکچرار اب عام طور پر اس بات کو تسلیم کر رہے ہیں کہ جس رنگ میں
 انیس سو سال سے عیسائی دنیا مسیح کو نجات دہندہ اور شفیع مانتی آئی ہے اب ہم عیسائیوں کا یہ عقیدہ
 نہیں رکھتا اور اس لئے پرانا عقیدہ کہ نجات مسیح کے صلیب پر ایمان لانے سے ملتی ہے۔ عملی طور پر بالکل مچکا
 ہے۔ چنانچہ ابھی ہاگ صاحب (یہ ایک پادری صاحب کا نام ہے) نے مدراس کے ایک عیسائی میگزین
 کے جنوری کے پرچے میں جس کا نام کریسچین کالج میگزین ہے۔ ”عیسائیوں کے نزدیک شفاعت کا مفہوم“

کے عنوان کے نیچے ایک مضمون لکھا ہے جس میں وہ یوں لکھتا ہے: ”مسیح کو خدا اور انسانوں کے درمیان ایک ہی شخص بنانے کے خیال کے لیے عیسائی عقائد میں ادا کیا گیا ہے وہ ایک ایسا رنگ ہے جو ہندوستانی ادا کے خیال کے پیرایوں کے بالکل مخالف پڑا ہوا ہے۔ اور یہ قیاس بالکل صحیح ہے کہ اگر عیسائی کو پہلے مستقل فتوحات بجائے یورپ کے ہندوستان میں حاصل ہونے تو اسکے عقیدے بھی موجودہ عقائد سے بالکل نرالے رنگ کے ہوتے اور ان عقیدوں کی اصطلاحیں بھی کچھ اور ہی ہوتیں..... اور اگر یہ قیاس صحیح ہے کہ ہندوستان اگر پہلے عیسائی مذہب کو اختیار کرتا تو باوجود اسکے عیسائی ہو نیکی اسکے دینی عقائد وہ ہرگز نہ ہوتے جو آج کل یورپ کے عیسائیوں میں رائج ہیں تو کیا پھر یہ بھی بالکل سچ اور درست نہیں کہ اگر گذشتہ باتیں اور پرانے عقائد کسی طرح سے یک نخت دلون سے محو ہو جائیں اور مغرب کے عیسائی دنیا کو نئے سرے سے اپنے مذہبی عقائد تراشنے پڑیں تو عیسائی متقدمین اور ابتدائی زمانے کے عیسائی نبرگ کو یہ عقائد بہ سبب بالکل نئے ہونیکے سخت گھبراہٹ میں ڈالنے والے ہوں“ اور پھر آگے چل کر یوں لکھتا ہے: ”اس نگاہ سے عیسائیت کے بڑے بڑے تاریخی عقائد کی نسبت یہ تو بیشک کہا جاسکتا ہے کہ وہ ان عقائد کے انکار کے سبب جو یسوع کی اصلی بنیاد پر غلطی سے کر کے چھپا نا چاہتے تھے بیش قیمت عقائد ہیں لیکن یہ ان عقائد کی نسبت کسی صورت میں نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کامل اور قطعی ساخت کے عقائد ہیں حقیقتاً ایسے تمام اشخاص کا جو سمجھتے ہیں کہ اس زمانے کیلئے یہ عقائد موزون نہیں بلکہ بے معنی ہیں اور ان پر کوئی حجت قائم نہیں کرتے۔ یہ فرض لازم ہے کہ وہ ان کے ادا کر نیکی کوئی زیادہ موثر پیرائے تلاش کریں..... شاید بعض یہ خیال کریں گے کہ ان نئے معنوں کے رو سے شفاعت کا مفہوم اس قدر بدل جاتا ہے کہ اسکا نام شفاعت رکھنا بالکل غلط اور بیجا ہوگا۔ ممکن ہے کہ یہ رائے ٹھیک ہی ہو“

اب تک تو یسوع کی شفاعت کا مفہوم اس کے خون کو سمجھا جاتا تھا۔ مگر اب اس دراز بھر کے بعد معلوم ہوا کہ یہ ایک بالکل لغو اور باطل خیال تھا ہمیں اس سے کوئی تعلق نہیں کہ وہ کروڑوں آدمی جو اپنی ساری عمر انہی غلط اور جھوٹے عقائد میں مبتلا رہ کر گذر گئے ان کا کیا حال ہوا ہوگا۔ اور آیا اس غلطی میں مبتلا رہ کر بھی ان کو نجات ملی ہوگی یا نہیں۔ البتہ پولوس کے متعلق یہ سوال کر نیکی لائق ہے کہ اگر ان غلطی کا لکھنے والا وہی ہے جو نئے عہد نامے کے مجموعہ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے تو وہ بھی اس غلط عقیدہ میں ہی پھنسا رہا کیونکہ رومیوں میں وہ کہتا ہے ”یو اب کہاں کے لہو کے سبب ہم استیبار ٹھہرے تو کتنا برا“

اسکے وسیلے قہر سے بچ رہینگے۔ آج کل کے علمائے مسیحی کے الفاظ پولوس کے الفاظ کی جو عیسائیت کا اصل بانی تھا۔ بالکل ضد پڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ عبرانیوں ۹^م میں وہ کہتا ہے ”نوکتنا زیادہ مسیح کا لہو جس نے بے عیب ہو کے ابدی حیات کے وسیلے آپ کو خدا کے سامنے قربانی گزارنا۔ تھا سہے دلون کو مرد گامون سے پاک کرے گا تا کہ تم زندہ خدا کی عبادت کرو“ اور پھر رومیوں ۳^م میں ہے ”جسے خدا نے آگے سے ایک کفارہ ٹھہرایا جو اسکے لہو پر ایمان لائیسے کام آوے“ اور پھر عبرانیوں ۱۲^م میں لکھتا ہے ”اور یسوع کے جو نئے عہد نامہ کا درمیانی ہے اور اس چھڑکی لگی لہو کے جو بابل کی نسبت سے بہتر باتیں بولتا ہے“ اور یہی وہ تعلیم ہے جو پولوس ساری عمر دیتا رہا۔ اب ان تمام آیات میں مسیح کے لہو کو اصل کفارہ گناہوں کا ٹھہرایا گیا ہے۔ حالانکہ اس زمانے کے مسیحی علماء اس عقیدے کو غلط ٹھہرا کر ایک نیا عقیدہ گھڑ رہے ہیں۔ لیکن خواہ کچھ ہی ہو عیسائی اس بات پر تکیے ہوئے ہیں کہ پُرانے عقیدے کی عمارت کے گر جانے پر اب اسی جگہ ایک نئے عقیدے کی بنیاد رکھ دیں۔ یہ زندگی کے لئے ایک آخری مایوسی کی کوشش ہو اور اسکا انجام جلدی ہی نظر آجائے گا۔ جب وہ عقیدے جو یسوع کے نام کے ساتھ وابستہ تھے تنقید کی روشنی کے نیچے آکر پارہ پارہ ہو گئے تو اب یہ کوشش کیجاتی ہے کہ کسی طرح یسوع کا نام نہ مٹ جائے۔ اور اب یسوع کی یکتائی کو عیسائی مذہب کے عقائد کی عمارت کا شہتیر کہا جاتا ہے۔ اسی مذہب میں جو یسوع کے نام پر چل رہا ہے۔ ایک تو بے شک معجزانہ طاقت ہے اور وہ یہ ہے کہ جیسے جیسے اسکے پس پیش کے حالات بدلتے رہتے ہیں یہ بھی ایک نیا رنگ اختیار کرتا رہتا ہے گر لٹ کی طرح رنگ بدلتے کی جو خاصیت اس میں ہو وہ دوسری جگہ مشکل سے نظر آئے گی۔

ہاگ صاحب کے بیان کے مطابق مسیح کی شفاعت کے عقیدے کا بنیاد یہ ہے کہ یسوع کی یکتائی کا ظہور اس کی اس طاقت کے ذریعے ہوتا ہے جسکا اثر وہ بشیلا انسانوں پر ڈال کر یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ ان کا خداوند مطلق اور آقا ہو اور وہ ایک برتر ہستی جو اب بھی زندہ اور حکم دے رہی ہو۔ اگرچہ وہ اب زمین پر نظر نہیں آتی۔ نہ عیسائیوں کے نزدیک شفاعت کا مفہوم بھی صرف یہی ہوگا۔ ممکن ہے کہ اس نئے عقیدے کے لئے یہ ایک بالکل غلط نام ہو۔ جیسا کہ ہاگ صاحب خود تسلیم کرتا ہے لیکن چونکہ اس سے عیسائیت کا نام زندہ رہتا ہے۔ اس لئے اس کو پُرانے لہو کے عقیدے کی ایک نئی تقسیم یا بنیاد پر یہ قرار دینا ہی مصلحت سمجھا گیا ہے۔ اگر حقیقت کی طرف دیکھا جائے تو یہ دونوں مسئلے یعنی یہ کہ نجات صرف یسوع

مسیح کے خون سے ملتی ہے اور یہ کہ یسوع کی بنیظیری عیسائیوں کی زندگی پر اپنا اثر ڈالتی ہے ایک دوسرے سے کو سون دو پر پڑے ہوئے ہیں اور ہاگ صاحب کو خود بھی ماننا پڑا ہے کہ ابتدائی عیسائی بزرگوں کا تراشیدہ عقیدہ تو مسئلہ شفاعت کی ایک ل اور بجائے خود کافی صورت پیش کرتا ہے حالانکہ نئے متکلمین نے اس مسئلے کو ان معنوں میں لیا جاسکتا ہے کہ وہ مسئلہ شفاعت کی اسکے ظاہر اور قدرتی معنوں میں بالکل ٹھیک کر رہا ہے۔ لیکن خواہ اس کو یوں سمجھ لیا جاوے کہ اصول وہی ہیں اور صرف علم کلام بدلا ہوا اور خواہ یہ سمجھ لیا جاوے کہ اصول ہی بدل گئے ہیں۔ معقول نگاہ سے دونوں ایک ہی گری ہوئی حالت میں ہیں۔ اور اگر پرانے عقیدے کے ازالہ کے لئے انیس سو سال لگ گئے ہیں تو یہ نیا عقیدہ یقیناً ایک... دو پشتوں میں ہی گرنا ہوا نظر آجائے گا۔ اور اس کی وجوہات نہایت صاف ہیں۔ اصل عیسائی عمارت تو گر چکی ہے لیکن چونکہ یسوع کی عظمت پشت در پشت اس کو خدا ماننے کی وجہ سے ان لوگوں کے خون میں برچ گئی ہے اس لئے باوجود معقولی طور پر چھوٹا ثابت ہونیکے اس عظمت کو قائم رکھنے کیلئے نئے نئے چیلے تراشے جلتے ہیں یہ نسل یا آئندہ نسل تو ان باتوں کے لئے معذور ہے ہاں اسکے بعد جو فہیم لوگ پیدا ہونگے ان کے دلوں پر چونکہ اس خدائی کے عقیدے کا اثر گھٹتا گھٹتا بہت کم ہو گیا ہو گا کیونکہ اس میں ایک لمحہ کے لئے بھی شک نہیں ہو سکتا کہ یسوع کی عظمت اب دن بدن کم ہو رہی ہے اور اس کی خدائی کی عمارت و مبدم گر رہی ہے اس لئے وہ لوگ ان تراشے ہوئے عقیدوں کی اصلیت کو سمجھ کر سب کے سب ایک مرتبہ بنیاد ہو جائیں گے۔

ہاگ صاحب کا خیال ہے کہ مسیح کی بنیظیری... اس کے اس اثر سے ظاہر ہے۔ جو بیشمار انسانوں کے دلوں پر پڑ رہا ہے۔ مگر یہ سخت غلط بیانی ہے۔ وہ یہ کہہ سکتا تھا کہ اس کا اثر بیشمار عیسائیوں کے دلوں پر پڑتا ہے اگر اس وقت بھی اس کا یہ قول صحیح ثابت نہ ہوتا کیا یہ سچ نہیں ہے کہ یہ فرضی بنیظیری ان بیشمار یہودیوں کے دلوں پر اثر ڈالنے میں ناکام ثابت ہوئی ہے جو اس کو ہمیشہ سے بڑا کہتے اور کافر کفر کا خطاب دیتے رہے ہیں اور اگرچہ ہاگ صاحب کو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بھی ”وہ پاکیزگی کی روح“ انسانی برکاریوں کے درمیان پھر رہی ہے لیکن جن یہودیوں کو اس نے مین جب وہ روح زندہ زمین پر موجود تھی اس سے ملنے کا اتفاق ہوا تھا انہوں نے کبھی اس کی ادغائی پاکیزگی کو محسوس نہیں کیا۔ بلکہ وہ تو اس کو نعوذ باللہ تباہی کی طرف منسوب کرتے اور شیطانی روح کہتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیشمار یہودیوں کے دلوں پر یسوع کی فرضی بنیظیری نے کوئی اثر نہیں کیا۔ ایسا ہی اس بنیظیری کا بیشمار

بڑھ مذہب والوں بشیار آتش پرستوں بشیار ہندوؤں بشیار بت پرستوں اور بشیار دوسرے انسانوں پر
 ذرہ بھی اثر نہیں ہوا۔ برخلاف اسکے ایک ہندو کے دل پر ایک بت کا ویسا ہی اثر ہوتا ہے یا اس سے بھی بڑھ کر
 جو ہاگ صاحب جیسے عیسائیوں پر یسوع کا ہوتا ہے یا اس سے بھی آگے چلین تو ایک فیتیش (یعنی وحشی
 اقوام کے بت جو مختلف جانوروں یا بیجان چیزوں کی صورت پر بنائے گئے ہیں) کے عابد یا ایک مرغ
 یا سانپ یا پتھر یا گھونگے کی شکل کا جو اثر ہوتا ہے وہ بھی اسی اثر کی مانند ہے جس کا دعویٰ ہاگ صاحب
 یسوع کے لئے کرتے ہیں اور جیسا تمام بت پرست اور وحشی اقوام اپنے بتوں اور فرضی معبودوں کے
 اثر کو بیان نہیں کر سکتے ایسا ہی ہاگ صاحب بھی تسلیم کرتا ہے کہ یسوع کے اس جادو کے سے اثر کو
 وہ بیان نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کی کیفیت بتا سکتا ہے۔ اس لئے یسوع کی بنظیری عیسائیت کے اندر
 ہی محدود ہے جیسے کہ دوسرے اقوام کے اوتاروں وغیرہ کی بنظیری بھی انہیں اقوام کو اندر محدود ہے
 کوئی خط امتیاز نہیں کھینچا گیا۔ ہاگ صاحب جو امتیاز بتانے کی کوشش کرتے ہیں وہ ان کی من گھڑت بات
 ہے اور اس کی اصلیت کچھ بھی نہیں اس نے اس بات کو فرض کر لیا ہے کہ دوسرے مذاہب مثلاً ہندو
 مذہب میں اوتار کے معنی یہ ہیں کہ خدا نے اپنی ذات کو ایک گوشت کے پتلے میں چھپا لیا لیکن عیسائی مذہب
 میں اوتار کے معنی یہ ہیں کہ بچائے اپنی اصلیت کو چھپا بیٹھے خدا کے تعالیٰ نے ایک انسان اور ایک ایسی
 انسانی روح بن کر اپنے آپ کو ظاہر کیا۔ ایک عیسائی نے تو یہی کہنا ہوا لیکن ہندو جب بیان کرے گا
 تو وہ عیسائی مذہب پر وہی الزام دے گا جو ایک عیسائی نے ہندو مذہب پر دیا ہے اور اپنے مذہب میں
 اوتار کے معنوں کو اسی طرح پر بیان کرے گا جیسے ہاگ صاحب نے بیان کیا ہے کوئی خارجی واقعہ تو ایسا ہے ہی
 نہیں جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ فلاں مذہب میں خدا انسان کا جسم اختیار کر کے ظاہر ہو گیا اور فلاں
 میں ایسا ہی جسم اختیار کر کے چھپ گیا اس میں تو شک نہیں کہ کرسن کا مادی جسم کسی شفاف مادے کا ہیز
 تھا جس کے اندر اگر بالفرض کوئی چھپا ہوا ہوتا تو باہر سے نظر آ جاتا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ یسوع کا جسم بھی اسی
 کثیف مادے کا تھا جس کا کرسن کا تھا۔ ہاگ صاحب یسوع کی تائید میں ایک دعویٰ کرتا ہے اور ایک
 دوسرا دعویٰ دوسرے مذاہب کے اوتاروں کی تردید میں کرتا ہے لیکن ہر دو کیساں طور پر بے ثبوت
 ہیں۔ پھر آخر یہ ہاگ صاحب اس فقرہ پر اس فرضی امتیاز کو ختم کرتا ہے کہ عیسائی لوگ ایک شیخ
 اوتار کے سوا دوسرے کو تسلیم نہیں کر سکتے جب تک کہ وہ عیسائیت کے خاص پیغام کو نباہ نہ کر دیں۔

اور اگر یہ کوئی دلیل یسوع کے خدا ہونے پر ہے تو ایک ہندو بھی کہہ سکتا ہے کہ ہندو مذہب کے خاص پیغام کو تباہ کر نیکے بغیر وہ عیسائیت کے اوتار کو نہیں مان سکتا۔ اب ناظرین خود غور کر لیں کہ ان دونوں فرضی دلیلوں میں سے زبردست کونسی ہے +

اب ہمیں یہ دیکھنا باقی ہے کہ یسوع کی فرضی نظیری نے کہا تک خدا اور انسان میں تعلق قائم کر کے اپنے درمیانی ریا شفع ہو نیک ثبوت دیا ہے یا با الفاظ دیگر اس بے نظیری نے ان لوگوں کی زندگیوں میں کونسی پاک تبدیلی کی ہے جن با الفاظ باگ صاحب اس نے ایک عظیم الشان اثر طاقت اور حکومت اور اخلاقی فضیلت کا ڈالا ہے۔ یسوع کی اس بجا تعریف کا ہمیں افسوس ہے کہ بنا پڑتا ہے کہ واقعات سے کچھ بہتہ نہیں ملتا۔ اگر عام عیسائیوں کی موجودہ حالت پر نظر کیجاوے تو ایک سخت قابل افسوس نظارہ معلوم ہوتا ہے۔ اور خود عیسائی لیکچرار اور عیسائی و خطین اس گری ہوئی اخلاقی حالت کو ہمیشہ بیان کرتے ہیں پس اگر یسوع کی بے نظیری کا ثبوت عام عیسائیوں کی حالت سے لینا ضروری ہے کیونکہ راقم مضمون مانتا ہے کہ اس بے نظیری کا اثر بشیما انسانوں پر پڑ رہا ہے تو پھر ہمیں افسوس سے کہنا پڑے گا کہ جس اعلیٰ درجہ کی اخلاقی فضیلت کا دعوے کیا گیا تھا۔ اسکا شمع بھی نہیں پایا جاتا۔ اور اگر عیسائیت کی گزشتہ تاریخ پر نظر ڈالیں تو یہ نظارہ اور بھی خوف ناک ہے درمیانی زمانہ کی ڈراؤنی تاریکی اور خوفناک ناپاکیاں قابل ذکر ہی نہیں رہے بھی پیچھے چلین تو پھر بھی کوئی خوبی ہماری آنکھ کے سامنے نہیں آتی۔ عیسائیت کی دوسری صدی میں بھی اس کی سیاہ ر موجود ہیں اور پھر جب خود حواریوں پر نظر ڈالتے ہیں جس طرح خلیوں میں ان کا نقشہ کھینچا ہے اور جن کو خصوصیت سے مسیح نے اپنے لئے چن لیا تھا۔ تو ان کی حالت بھی قابل اطمینان نہیں ہے اور مسیح کی بے نظیری کا وہاں بھی کچھ کم ہی اثر دکھائی دیتا ہے خود مسیح بار بار ان کی بے ایمانی اور دنیاوی خیالات کا شاکی ہے۔ اور اس سے بڑھکر یہ کہ بالآخر ایک تو دعادے کر اپنے آقا کو پکڑوا دیتا ہے اور دوسرے بھی کم دغا باز ثابت نہیں ہوتے کیونکہ مصیبت کے وقت سب کے سب اسکو اکیلا چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ علاوہ ان میں ناجیل مروجہ سے تو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کونسی بڑی بڑی بکاریاں تھیں جن مسیح نے اپنے ہم قوموں کو چھڑایا یا کونسی اخلاقی فضیلت کی روح ان میں پھونک دی مان صرف اتنا ذکر ہے کہ چند ماہی گیر اسکے ایسے کتر بون کے سبب سے جیسے کہ بھوتوں کا نکالنا۔ یا پانی کا شرب بنانا یا علاج کرنا وغیرہ اسکے پیچھے ہوئے تھے اور یہ وہ انسان ہے جسے آسمان پر چڑھایا جاتا ہے کہ اسکا

اثر دلون پر یہی تھا۔ ہاگ صاحب کو اسکے اندر ایک ایسا عفو نظر آتا ہے جو ہر قسم کی سختی کی آلائش سے پاک و صاف رہا۔ لیکن بچا رہے یہودی اب تک اس کی گالیوں کے شاکہ ہیں جو وہ ان کے مقدس علماء اور بزرگوں کو لگا لگا کرتا تھا اور اسلئے وہ اسکے اندر کینہ توڑی کی صفت کو پاتے ہیں۔ شاید ہاگ صاحب اس کا جواب یہ دے کہ اخلاقی فضیلت تو اسکے اندر موجود تھی لیکن اس نے اس ذخیرہ کو خرچ نہیں کیا۔ کیونکہ دوسری جگہ وہ یسوع کی ظاہری ناکامیوں اور نامرادیوں کا جواب یہ دیتا ہے کہ وہ ایک عظیم نشان طاقت رکھتا تھا لیکن اس نے اسے خرچ نہیں کیا۔ اسکو تو ایسا معلوم ہوتا ہے لیکن یہودیوں کو اسکے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ اور اس اپنی طاقت کو بھی وہ گاہے گاہے موقع پا کر خرچ ہی کر لیا کرتا تھا مثلاً اناجیل میں یہ ایک بڑے جلال کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جبکہ یسوع ایک گدھی یا گدھی کے بچہ یا دونوں پر سوار ہو کر یہ شک انجیلوں میں ہی پایا جاتا ہے (یرشلیم میں جہلاء کی چیخوں اور خوشی کے نعروں کے اندر بڑے جلال سے داخل ہوا۔ ایسا ہی ایک اور موقعہ پراس نے ہیکل میں داخل ہو کر صرافوں کے تختے اور کبوتر فروشوں کی چوکیاں الٹ دیں اور ان کو کوڑے مار کر ہیکل سے باہر نکال دیا۔ سو معلوم ہوا کہ وہ اپنی طاقت کو موقعہ پا کر خرچ بھی کر لیا کرتا تھا۔ جیسا کہ اور انسان بھی جب انکو موقعہ ملتا ہے خرچ کر ہی لیتے ہیں اور بے موقعہ طاقت کو برتنا تو بوقوتی ہے۔ مثلاً ہیکل کے اندر سے تو کوڑے مار کر غیر بوجھو باہر نکال دیا۔ لیکن ہیکل کے اوپر سے گرنے سے انکار کیا کیونکہ جو اسکا انجام ہوتا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں +

اس لئے اب ہمیں وہ علامات دیکھنی چاہئیں جن سے کسی انسان کی بے نظیری کا ثبوت ملے لگ کر کوئی شخص خیال کرے یا اپنے دل میں محسوس کرے کہ فلان واقعہ یوں ہے تو محض خیال سے تو وہ واقعہ اس طرح نہیں ہو جاتا۔ یہ تو بالآخر ایک خیال ہی ہے دلیل کوئی نہیں ایک ہی امر کی نسبت مختلف آدمی مختلف طور سے خیال کرتے ہیں۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ ایک عیسائی کے خیال کو صحیح سمجھ لیا جائے اور ایک یہودی کے خیال کو بے دلیل غلط مان لیا جائے اگر خدا واقعی محدود ہو کر زمین پر آگیا تھا اور یسوع کی شکل میں اس نے انسان کے خدا سے تقرب ڈھونڈنے میں درمیانی کام دیا تھا تو ایسے تقرب کے کوئی ظاہر نشان بھی ضرور ہونگے اور ہونے چاہئے۔ کیونکہ صرف دعویٰ پر جن کی کوئی دلیل نہ ہو کسی امر کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا اور ہاگ صاحب نے خود بھی تسلیم کر لیا ہے کہ شفاعت کے مدعی دوسرے لوگ بھی ہیں کسی انسان کو اس امر کا احساس ہو جائے کہ فلان شخص شیعی اور نظیری

کوئی میساراس کی بے نظیری کو پرکھنے کا نہیں ہوا اور نہ یسوع نے کبھی یہ تعلیم ہی دی بلکہ وہ تو کہتا ہو کہ اگر تم میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو تو تم اس پہاڑ کو کہو کہ یہاں سے اٹھ کر وہاں چلا جا تو وہ چلا جائیگا اور تمہارے لئے کوئی بات ناممکن نہ ہوگی، متی ۱۷۔ اور پھر کہتا ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہو متی ۱۲۔ خود عیسائی بھی یہ لاف زنی کرتے ہیں کہ خدا ہماری دعاؤں کو سنتا اور ہمیں ان دعاؤں کا جواب دیتا ہے اگرچہ یہ گفتگو گھر کے دائرہ کے اندر یا اسی حد تک محدود ہو جب تک سننے والے عیسائی ہوں لیکن بالمقابل دوسرے مذاہب کے ایسے دعوے کی جرات ہرگز نہیں کی جاتی کیونکہ وہ جانتے ہیں اگر واقعی اسی کو معیار قرار دیا جاوے تو وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ تجربہ ان کے لئے مہلک ہے۔ اب دعا کا اثر صرف اسی حالت میں معلوم ہو سکتا ہے کہ خدا سے خبر پا کر اسکے انجام کی پہلے اطلاع دیجاوے لیکن ایک بھی عیسائی ساری دنیا میں اس وقت ایسا موجود نہیں ہے جو اس رنگ میں اپنی دعا کی قبولیت کا دعوے کر کے ثبوت دے سکے۔ کوئی عیسائی ایسی جرات نہیں کر سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی کو قرب حاصل نہیں اگر یہ لوگ سچے دل سے یہ خواہش رکھتے کہ وہ سچے شفیع کو ثبوت کے ساتھ پالیں تو دوسرے تمام مذاہب ختم ہو جاتے لیکن ان کی غرض سچائی کے اظہار سے نہیں ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ ان کی دکانیں چلتی رہیں اور اسلئے اصل امر تنقیح طلب کو ہمیشہ ٹال کر اور بحثیں چھیڑ دیا جاتی ہیں کسی نبی کی بے نظیری اور شفاعت اُس قرب الہی سے معلوم ہو سکتی ہے جو اسکے پیروؤں کو حاصل ہوا اور جس کا وہ ثبوت دے سکے جس صورت میں ہم دوسروں کے بے دلیل دعوؤں کی تردید کر رہے ہیں کیونکہ وہ انکے ساتھ کوئی دلیل پیش نہیں کرتے تو ہم خود کیسے ہی نہیں کر سکتے کہ پھر خود ہی ایک دعوے بلا دلیل پیش کر دیں اور نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ بڑے بڑے الفاظ کے گرد و غبار میں اپنے مطلب کو چھپانے کی کوشش کریں۔ جیسے ہاگ صاحب نے کیا ہے۔ ہم واقعات کو پیش کرتے ہیں اور ہر ایک شخص بجائے خود انکو پرکھ سکتا ہو۔ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بے نظیر اور آپ کا ہی خدا اور انسان کے درمیان سچا شفیع ہونا ایسے واقعات پر مبنی ہو جن کی سچائی سے انکار نہیں ہو سکتا۔ آخر کائنات کے پیروؤں پر ایسا تھا کہ انہوں نے صرف آپ کی خاطر ہر ایک راحت اور آرام کو چھوڑ کر مصیبتیں اختیار کیں اور اپنے ملک و وطن کو اور اپنی جائیدادوں کو چھوڑ دیا آپ کی ہی شفاعت کا نتیجہ تھا کہ عرب جو شرک اور بت پرستی اور ہر قسم کی بدیونہی تھے ہوئے تھے یکدم دفعہ ان سب کو چھوڑ کر نہ صرف توحید الہی کے قائل ہو گئے بلکہ اس طرح پر توحید رکھے دلونکے اندر رچ گئی کہ اسکے پھیلانے میں انہوں نے

وہ ہمت دکھلائی جس کی نظیر دنیا میں ایک بھی نہیں وہ ذات کے انتہا گڑھوں نے لگا کر تہذیب اور راستبازی کے اعلیٰ مقاموں پر پہنچ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ ان پر جادو کا سا اثر کرتا تھا۔ مدینہ کا نقشہ جب شراب کی ممانعت کا حکم نازل ہوا بشمار مثالوں میں سے ایک مثال ہے۔ جب اطلاع پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کو منع کر دیا ہے تو اسی وقت شراب کے سٹکے تمام شہر کے اندر توڑ ڈالے گئے اور شراب گلیوں میں اس طرح برہی تھی جیسے مینہ کا پانی۔ کوئی دنیا میں ایسی اور بھی نظیر ہے کہ ایک انسان کی آواز میں ایسی کشش اور ایسی قوت ہو۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے جو برکات اس امت محمدیہ کو ملیں وہ آپ کی دنیوی زندگی کے ساتھ منقطع نہیں ہوئیں بلکہ آپ کی شفاعت سے اس امت کو غیر منقطع اور ابدی برکات عطا کی گئی ہیں یہ آپ کی ہی شفاعت کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے پیروں سے ہم کلام ہوتا ہے اور ان پر غیب کی خبریں کھولتا ہے۔ وہ ان کی دعاؤں کو سنتا اور قبل از وقت اطلاع دیتا ہے۔ پھر یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت ہے جو آپ کی امت میں مسیح موعود پیدا کیا گیا ہے جو ان تمام برکات کا زندہ ثبوت موجود ہے اور نہ صرف بہت موقوفوں پر اسلام کے اندر ان برکات کے موجود ہونے کا ثبوت دے چکا ہے بلکہ اب بھی حق کے طالبوں کو ایسا ثبوت دینے کو تیار ہے۔ ہزار ہا آسمانی نشان اس کی تائید میں ظاہر ہو چکے ہیں اور لاکھوں دعائیں قبول ہو چکی ہیں جن کی اکثر پیش از وقت اطلاع دی گئی۔ ان نشانات اور ان دعاؤں کے قبول ہونے کے لاکھوں زندہ رویت کے گواہ موجود ہیں لیکن اگر باوجود ان تمام شہادتوں اور ثبوتوں کے بھی کسی کو شک ہے تو وہ خدا کے تازہ نشانات دیکھ سکتا ہے جو بارش کی طرح برس رہے ہیں ہاں یہاں ایک انسان موجود ہے جو اپنے قرب الہی کا ثبوت دیتا ہے۔ کوئی عیسائی ہے جو اس کی آواز کو سنے؟

”رانا گھاٹ کا پادری“

پادری صاحب کو مباحثات کا شوق تو بہت ہے۔ لیکن ذاتی حلوں کے بغیر مباحثہ کرنا اسکے لائق قرار دینا ناممکن ہے اور اسکے حلے بھی عموماً یزبانی اور گالیوں کی نوبت تک پہنچتے ہوتے ہیں اسی پر میں نہیں

بلکہ وہ بڑی جرأت سے ایسے لوگوں پر بھی حملے کرتا ہے اور سخت درشت الفاظ میں ان کا ذکر کرتا ہے جو مباحثہ میں شامل نہ ہوں اسکے ان افحال سے ثابت ہوتا ہے کہ انجیل کی اس آیت کی دھمکی جس کا وہ وعظ کرتا ہے اسکے خُبث نفس کو دور نہیں کر سکی جہاں یہ لکھا ہے کہ جو کوئی اپنے بھائی کو بیوقوف کے خطاب سے بھی مخاطب کرے گا اسکی سزا جہنم ہے۔ متی ۲۳-۱۶۔ جنوری سنہ ۱۹۰۰ء کے اخبار اپنی فنی میں اسکا ایک خط چھپا ہے جس میں وہ لکھتا ہے جو طریق مرزا اختیار کرتا ہے وہ بڑا سیدھا طریق ہے لیکن وہ ایک انصاف پسند مباحثہ کا طریق نہیں بلکہ ایک مرکار اور فریبی کا طریق ہے۔ ان کی دو چالیں ہیں پہلی چال جو ایک کینہ کار روائی ہے وہ ایسی باتوں کا دریافت کرنا ہوتا ہے جو بالکل بیہودہ اور بے اصل ہوں۔ اور دوسری جو اس سے بھی زیادہ شرمناک کارروائی ہے وہ قرآن شریف اور دوسری کتابوں کی عبارتوں کے ظاہر معنی کو تحریف کر کے پیش کرنے کا حیلہ ہے۔ جسے وہ اپنی خیالی تحقیقاتوں کی تائید میں پیش کرتے ہیں اسی دشنام آمیز اور طنز آمیز لہجہ میں اس کی ساری جھٹی لکھی ہوئی ہے اور گالیوں کے علاوہ بار بار اس بات کا ذکر کرتا ہے کہ ”مرزا ٹکویہ شکست ہوئی وہ شکست ہوئی اور خود اسے اور اسکے حامیوں کو یہ یہ فتوحات ہوئیں۔“

اگر مباحثہ میں ہم بھی اسی طریق کو اختیار کرتے تو ہمیں پادری صاحب سے مباحثہ کرتے وقت نفوذ باللہ یسوع کو گالیان نکالنی چاہئیں یقین کیونکہ ہم لوگ جو فرقہ احمدیہ کے مسلمان ہیں حضرت میرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود مانتے ہیں جیسا کہ ان کا لکھا اس کا پادری یسوع کو مسیح مانتا ہے۔ جو مضمون ہے اس رسالے میں بعنوان ”عصمتِ انبیاء پر پادری مانرو کے رسالے“ چھپتا رہا ہے وہ حضرت مسیح موعود کا ایکسی اور نام نہ نگار کا لکھا ہوا نہ تھا جیسا کہ خود اس امر سے ظاہر ہے کہ اسکے نیچے کسی کے دستخط نہ تھے۔ حضرت مسیح موعود نے صرف ایک مضمون عصمتِ انبیاء پر لکھا تھا جو ان کے نام سے مئی سنہ ۱۸۶۸ء میں چھپ چکا ہے لیکن ان کا وہ مضمون پادری مانرو کی کسی تحریر کے جواب میں نہ تھا اور نہ ہی سارے مضمون میں اسکو مخاطب کیا گیا یا اس کی طرف کوئی اشارہ کیا گیا تھا۔ اس امر کی اطلاع پہلے بھی ہم اسی دسمبر کے رسالے میں دیچکے ہیں اور اس وقت بھی ہم نے ظاہر کیا تھا کہ اس شخص کی عادت ناحق حضرت مسیح موعود کو گالیان نکالنے کی ہے۔ یہ پرلے درجہ کی شرارت ہے کہ اس مضمون کے بعد بھی ایک بڑے فرقہ کے مقدس سرگروہ کو اس طرح گالیان نکالی جاوین حالانکہ لکھنے والے کو علم ہو چکا ہے کہ حضرت مسیح موعود یہ مباحثہ نہیں کر رہے +

اب ہم اس کی چٹھی کے مضمون کو دیکھتے ہیں ظاہر یہ کیا گیا ہے کہ یہ چٹھی ریویو آف ریلیجنز کے ان مضامین کی تردید میں ہے جو پادری مانرو کے رسالوں پر ریویو کرتے ہوئے ہم نے عصمت انبیاء علیہم السلام کے متعلق لکھے تھے۔ اب اس نے ایک نیا طریق سوچا ہے جس سے بہت سارے مضبوط دلائل کی جن کی وہ مفصل تردید نہ کر سکتا ہو۔ ایک لفظ میں ہی تردید کر دے۔ چنانچہ اپنی چٹھی کے آخری فقرہ میں وہ لکھتا ہے: ”یہی طریق نئی باتیں نکالنے کا یا تحریف کا یا دونوں کو ملا کر ریویو آف ریلیجنز کے ان سارے مضامین میں اختیار کیا گیا ہے جن میں آدم پر شرک کے الزام کے متعلق یا ابراہیم موسیٰ داؤد یسوع وغیرہ کے متعلق بحث کی گئی ہے“ کفارے کے مسئلہ کی طرح تمام مشکلات سے نجات پانیکا پادری صاحب کے یہ اچھا طریق سوچا ہے اور اس عظیم الشان دریافت کا موجب رانا گھاٹ کا چالاک پادری ہے وہ اسی بات کو کافی سمجھتا ہے کہ اس نے بزعم خود ایک دلیل کو غلط ثابت کر دیا ہے اور اسی سے یہ سمجھ لیا ہے کہ باقی دلائل بھی سب اسی قسم کے ہونے چاہئے اور جو لوگ اسکے دھوکہ میں آئے ہوئے ہیں وہ اسکی بات کو صحیح مان لیتے ہیں +

اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت آدم کے منوع پھل کھانے کے متعلق پادری مانرو کون کونسی باتیں پیش کرتا ہے۔ سب سے پہلے اس نے یہ فرض کر لیا ہے کہ جو معنی ہم قرآن کریم کی آیات کے کر رہے ہیں وہ بالکل نئے معنی ہیں جو مسلمان علماء اور مفسرین کو معلوم بھی نہیں اور اس لئے نہایت جرات سے وہ یہ الزام دیتا ہے کہ یہ مرزا صاحب کی اپنی تراشیدہ بیہودہ باتیں ہیں۔ افسوس ہے کہ اپنی جہالت کی وجہ سے اس شخص نے ایسی گستاخی سے یہ الزام دوسرے پر لگایا ہے۔ اسے مطلق پر واہنیں کہ جب اسکا پول کھلے گا تو لوگ کیا کہیں گے اور مباخثات میں اس کی دیانتداری کی کہانتک قائل ہونگے بلکہ وہ بالکل بے سوچے سمجھے سر سے لیکر پیر تک جھوٹے بیان اخبارات میں دلیری سے شائع کرتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی عصمت کا عقیدہ ابتدائی زمانہ سے قریباً ساری اسلامی دنیا کا عقیدہ رہا ہے اور اسکے خلاف ماننے والے لوگ نسبتاً بہت ہی قلیل مقدار میں پائے جاتے ہیں اور قرآن شریف کے الفاظ کے ہمیشہ وہی معنی سمجھے گئے ہیں جو اس عقیدہ سے مطابقت رکھتے ہوں یہ پرے درجہ کی حماقت اور جہالت ہے کہ قرآن شریف کے الفاظ کے جو معنی کثر سے مسلمان سمجھتے رہے ہیں ان معنوں کے بیان کرنے میں ہم پر نئی باتیں ترشنے اور تحریف کا الزام دیا جاوے اور اس امر کو بھی کہ مسلمان ان آیات کے یہی معنی سمجھتے رہے ہیں۔ ہم محض اس لئے پیش کرتے

ہیں کہ یہ امر واقع ہے ورنہ الفاظ کے معنی عبارت پر منحصر ہیں اور اگر پہلے کسی مسلمان نے ان الفاظ کے یہ معنی نہ بھی سمجھے ہوتے تاہم کوئی امر ان معنوں کے کرنے سے ہمیں منع نہ تھا۔ اور پادری مانرو کو ایک اور بات بھی یاد رکھنی چاہئے۔ کہ تحریف تو اسی کا ورثہ ہے جو اسکو اسکے مقدس ترین گون سے ملا ہے جنہیں ^{قرآن شریف} صاف الفاظ میں تحریف کا الزام دیتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس طرح پر بار بار ہمیں تحریف کا الزام نہی یا مسلمانوں کو اس خیالی فتح میں شامل کرنے کے لئے جو اسے اپنے زعم میں حاصل ہوئی ہے۔ اس کی غرض صرف عوام کی جہالت سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے۔

پادری مانرو کا اعتراض صرف اس قدر ہے کہ آیت ولقد عہدنا لآدم من قبل فتنی ولم یجد له عزما۔ سے یہ نہیں پایا جاتا کہ حضرت آدم کا ارادہ حکم الہی کو توڑ دینا نہیں تھا۔ بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اس نے حکم الہی کی تعمیل میں استقلال نہیں دکھلایا اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ پہلے معنی ہماری اپنی من گھڑت ہیں اور دوسرے معنی وہ ہیں جن پر سب مفسرین نے اتفاق کیا ہے یہ اس کی چھٹی کا خلاصہ ہے (اگر اس کی گالیوں کو الگ کر دیا جاوے)۔ یہ بات ظاہر ہے کہ خواہ لفظ عزم کے کوئی معنی لئے جاوے حضرت آدم کی بیگناہی لفظ فتنی سے جو ان کے حق میں یہاں استعمال ہوا ہے کافی طور پر ثابت ہوتی ہے یہ لفظ صاف طور پر ارادہ کی نفی کر رہا ہے کیونکہ جہاں کسی فعل یا ترک فعل میں نسیان ہے وہاں ارادہ موجود نہیں ہو سکتا شروع سے جسے گناہ کی تعریف کی ہر اس میں ارادہ کو جزو لازمی قرار دیا ہے لیکن اب جب پادری مانرو کو یہ نظر آیا کہ اس تعریف کے رو سے حضرت آدم کی بے گناہی ثابت ہوتی ہے تو جھٹکے کہدیا کہ یہ تعریف گناہ کی مرزا صاحب کی اپنی رائے ہے جس کی سند کے پاس کچھ نہیں۔ ظاہر ہے کہ نسیان ایک فطرتی کمزوری ہے جو انسان کے اختیار سے باہر ہے اور خدا کے تعالے فرماتا ہے لَا تُكَلِّفُ النَّفْسَ الْاُولٰٓئِیَہَا پس انسان نسیان کے یا یحییٰ کیونکہ مجبور کیا جاسکتا ہے۔ اسی وجہ پر شریعت اسلامی میں یہ صاف حکم ہے کہ جو آدمی وقت مقررہ پر نماز ادا کر فی بھول جاوے تو اسکو چاہئے کہ جب یاد آوے نماز ادا کر لے اور ایسا ہی روزے کے بارے میں حکم ہے کہ جو شخص بھول کر روزے میں کچھ کھالے یا پی لے تو اس سے اسکا روزہ فاسد نہیں ہوتا یہ وہ موٹے موٹے قاعدے ہیں جن سے تمام مسلمان آگاہ ہیں اور اس لئے یہ مسئلہ کہ نسیان کی صورت میں اور ارادہ کی عدم موجودگی میں گناہ لازم نہیں آتا۔ سچا مسئلہ اسلامی شریعت کا ہے نہ کہ ہمارا اپنا تجویز کردہ اور اگر اس سے پادری مانرو کی تسلی نہیں ہوتی تو اسے چاہئے کہ

صحیح بخاری کی پہلی ہی حدیث کو دیکھے جہاں لکھا ہے: **إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ**۔ کہ ہر ایک عمل نیت اور ارادے سے ہوتا ہے۔ **وَأَمَّا كُلُّ امْرَأٍ مَّا نَوَىٰ**۔ اور ہر ایک انسان کیلئے وہی ہے جو وہ نیت اور ارادہ کرے یہ تمام وہ سندین ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت خدا اسلام نے ارادہ کو جزو لازمی گناہ میں قرار دیا ہے۔ اور پادری مانرو کو یہ بھی تو سوچنا چاہئے کہ مسیح بھی یہی کہتا ہے کہ خدا ارادہ اور نیت کو دیکھتا ہے جس سے کوئی فعل کیا جادے۔ اگر وہ اس امر کا انکار کرے گا تو ہم اسے حوالہ بھی دیدینگے۔

اب ہم لم نجد له عزما کے معنوں پر غور کرتے ہیں اس سے پہلے لفظ نسی واقع ہوا ہے جس کے معنوں پادری مانرو نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور اس لفظ کے معنی یہ ہیں کہ وہ بھول گیا۔ الفاظ زیر بحث کے لفظی معنی سوائے اسکے کچھ نہیں کہ ہم نے اس میں ارادہ یا عزیمت نہیں پائی اور اس سے دونوں صورتیں نسی لفظی یعنی حکم الہی کو توڑنے کا ارادہ یا احکام الہی پر قائم رہنے کا ارادہ یا عزیمت۔ لیکن لفظ نسی جو پہلے واقع ہوا ہے وہ خود حکم الہی کے توڑنے کے ارادہ کی نفی کر رہا ہے۔ اور اسلئے ان الفاظ میں جو کسی ارادہ کی نفی کی گئی ہو وہی ہے جو اس سے پہلے لفظ نسی میں نفی کی گئی ہو صرف یہی حکم حضرت آدم کو خدائے تعالیٰ کے کھٹوتے سے ملا تھا اور اگرچہ یہ حکم ان سے پورا نہ ہو سکا مگر خود خدائے تعالیٰ نے اس معاملہ میں ان کی بریت یہ کہہ کر دی کہ آدم سے نسیان ہوا۔ اور کسی حکم کی خلاف ورزی حضرت آدم سے ثابت نہیں ہو جس کی وجہ سے یہ کہا جاسکے کہ ان میں احکام الہی کی تعمیل میں عزیمت نہیں پائی گئی۔ جس حکم الہی کی تعمیل نہیں ہوئی اس میں خود خدا ابتداء نے ان کا نسیان قرار دیکر ارادہ کی نفی کر دی ہے پس ان تمام وجوہات سے ثابت ہے کہ ان الفاظ کے ہی معنی اس عبارت میں چسپان ہیں جو ہم نے کئے ہیں۔ اب ہم پادری مانرو سے یہ پوچھتے ہیں کہ وہ ایماندار ہی سے اس بات کا جواب دے کہ یہ تحریف اور نئے معنی تراش لینے کا الزام جو اس نے ہم پر لگایا ہے سب تفسیرون اور دوسری مستند کتابوں کو دیکھ کر لگایا تھا اور یہ اطمینان کر کے لگایا تھا کہ واقعی ایسے معنی نہ کسی لغت کی کتاب میں اور نہ کسی تفسیر یا ترجمہ میں پائے جاتے ہیں اور نہ ہی آج تک کسی مسلمان کو یہ معنی سوچے ہیں لیکن چونکہ ان دو عظیم انجیل سو یہ امید رکھتی فضول ہے کہ وہ صاف طور پر اپنی بیہودگی کا اقرار کریں اسلئے ہم ذیل میں دکھاتے ہیں کہ یہی معنی جو ہم نے اس آیت کے لئے پہلے بھی بڑے بڑے مستند مفسرین اور اہل لغت کئے ہیں۔ تفاسیر کو ہم صرف اس غرض کے لئے پیش کرتے ہیں کہ پادری مانرو کا صریح جھوٹ کھولا جائے ورنہ اور کوئی ضرورت نہیں۔ تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی حضرت آدم کی عصمت

متعلق اس آیت کے استدلال پر ذکر لکھتے ہیں ولانہ تعالیٰ وصفہ بالنیسان فی قوله ففسی لم نجد له
 عزا وذلک نیافى العمدۃ ترجمہ۔ اور اس وجہ سے بھی کہ خدا کے تعالیٰ نے اسے اپنے قول
 ففسی و لم نجد له عزا میں نیسان کہا ہے اور اس سے ارادہ کی نفی ہوتی ہے پھر اس آیت کے نیچے لکھا ہے
 و لم نجد له عزا علی المقام علی المعصیۃ یعنی معصیت پر قائم ہونے میں ہم نے اس کا عزم یعنی ارادہ نہیں
 پایا۔ ایسا ہی ابو السعود کی تفسیر میں لکھا ہے عزا علی الذنب فانہ اخطا، و لم یقصد یعنی غم سے مراد
 گناہ کر نیکا ارادہ ہے کیونکہ حضرت آدم سے چوک ہو گئی اور انہوں نے ارادہ نہیں کیا۔ لسان العرب میں
 عزم کے معنی اس طرح کئے ہیں۔ عزم علی الامر.... اراد فعلہ یعنی جب کوئی کسی فعل کا ارادہ تو اس وقت
 کہا جائیگا کہ اس نے فلان امر پر عزم کیا اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ عزم کے نہ ہونے سے منشاء
 یہی کہ اس نے اس کام کا ارادہ نہیں کیا۔ اس بات کے انکار نہیں کہ تفسیر وین دوسرے معنی بھی کئے ہیں
 لیکن کسی تفسیر میں ان معنوں کے پہلے جانیسی بیچینے کا ذکر پادری مانرو نے جس تفسیر سے لیا ہے وہ درست ہے
 اور جن مستند تفسیر وین اور لغت کی کتابوں کے حوالے ہم نے پیش کئے ہیں ان کا وجود اور عدم بھی برابر ہے +
 اسی مضمون میں ہم نے لسان العرب کا ایک حوالہ دیا تھا اسکے متعلق بھی بڑی جرات سے پادری مانرو
 تحریف کا الزام دیتا ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ ہم نے اصل عبارت کو بدل ڈالا ہے یا معنی صحیح نہیں کئے۔ جو لوگ
 لسان العرب کو دیکھ سکتے ہیں وہ اس کی جلد ۹ صفحہ ۸، ۳ سطر ۶ و ۷ کو دیکھیں جہاں لکھا ہے۔ غوی العزل
 خاب..... وقوله عز وجل فعصى آدم ربه فغوى اى فسد عليه عيشه۔ یعنی غوی کا استعمال کسی آدمی کے
 متعلق یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ ناکام رہا۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ عصی آدم ربه فغوى اس سے مراد یہ ہے کہ فسد
 علیہ عیشہ یعنی اس کی زندگی کے امن میں فساد آگیا۔ یہ تو حوالہ لسان العرب کا ہے اور اب اسکے ساتھ
 ہم لہن صاحب کی عربی انگریزی ڈکشنری کا حوالہ بھی پیش کرتے ہیں دیکھو جلد ۶ صفحہ ۲۰۴ جو غوی کے
 مختلف معنوں میں ایک یہ معنی بھی لکھتا ہے کہ مایوس ہوا یا اپنی خواہش کو حاصل نہ کر سکا اور پھر لکھتا ہے کہ
 قرآن شریف کی بیسویں سورت کی آیت ۱۱ میں ایک یہ قرات بھی آئی ہے۔ فغوى.... اور اسکے معنی کے
 پھر لکھتا ہے کہ اس سے بہتر وہ معنی ہیں جو راغب نے اختیار کئے ہیں جس میں قرات فغوى ہے۔ اور اسکے معنی
 یہ ہیں کہ اس کی زندگی اسکے لئے مشکل ہو گئی یا یہ کہ وہ مایوس ہوا یا یہ کہ اس نے لاعلمی سے ایک کام کیا۔
 یا بعضے دوسرے معنی جو مفسرین نے اختیار کئے ہیں اتنی۔ اگر پادری مانرو ان تمام امور پر غور کر کے

ان سے فائدہ اٹھائے تو اسکے حق میں بہت بہتر ہے۔

پادری مانرو کو اپنے جھوٹے کھلیجائیکہ کا ذکر بھی نہیں ہوتا۔ وہ یہ نہیں سوچتا کہ میں کیا کہنے لگا ہوں بلکہ بغیر سوچے کے ایسی فیسی کی طرف بھاگ اٹھتا ہے کیونکہ وہ ان اسکو جگہ لمبائی ہو اور اسکے ایڈیٹر کی مہربانی ہو وہ بڑے بڑے کام کر سکتا ہو۔ یہ وہ اخبار ہے کہ جب مباحثہ ہوتا ہے تو فریق مخالف کے لئے جھوٹ یہ اعلان کر دیتا ہے کہ اب مباحثہ بند ہو گیا ہے۔ لیکن اپنے فریق کے لئے اسکے کالم میں خیر محرو و گنجائش ہوتی ہے خصوصاً پادری مانرو کی لافونکے لئے۔ چنانچہ جو بحث عصمت انبیاء کے متعلق اس پرچہ میں کچھ دن رہی تھی اسکے متعلق ۱۷ جنوری سنہ ۱۹۰۲ء کو یہ اعلان کیا گیا تھا کہ آئندہ یہ بحث بند کی گئی ہے لیکن مانرو کے مضمون ۱۷ جنوری سنہ ۱۹۰۲ء بلکہ ۲۳ جنوری سنہ ۱۹۰۲ء تک اس میں نکل رہے ہیں اور اسی مضمون کے متعلق خیر یہ ایک عیسائی پرچہ ہے اور اسکا اختیار ہے جو چاہے سو کرے۔ لفظ ظلم کے جو معنی ہم نے جولائی سنہ ۱۹۰۲ء کے مضمون میں کئے تھے انکو پادری مانرو اپنے پیشہ کی معمولی نرمی کے ساتھ ”اشتقاقی جھیل“ کہتا ہے۔ اور ایسا ہی لفظ فارقلیط کے معنی کو خیال کرتا ہے۔ لفظ ظلم کے معنی وسیع ہیں جیسا کہ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں لیکن جو معنی ہم نے دیے ہیں وہ بھی عربی لغت کی کتابوں میں موجود ہیں اس جگہ ہم صرف ایک کتاب پیش کرتے ہیں یعنی لین صاحب کی عربی انگریزی ڈکشنری جس کی جلد ۱ صفحہ ۱۹۲۰ میں لکھا ہے کہ ظلم کے ابتدائی معنی بعض کے نزدیک النقص کے ہیں یعنی کسی قسم کا نقصان یا حرج اکھانا۔ اور پھر لکھا ہے کہ ظلم کے یہ معنی ہیں کہ اس نے اسپر کوئی ایسا بوجھ ڈالا جو اس کی طاقت یا قابلیت سے بڑھ کر تھا۔ پادری مانرو اگر ان معانی کو مد نظر رکھ کر ہمارے مضمون کو پڑھیں گے تو اسے کوئی وقت ظلم کے معنی سمجھنے میں نہ آئیگی ان معنوں کو خیالی یا وہمی قرار دینا محض اس کی جہالت کے سبب ہے جو عربی زبان سے اسکو ہے۔

فارقلیط کے مضمون پر ہم نے جولائی سنہ ۱۹۰۲ء میں بحث کی تھی اور اس سائے مضمون کو بیان دوبارہ نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ لفظ کے معنوں کے متعلق ہم نے یہ بیان کیا تھا کہ یہ ایک عربی لفظ ہے جو دو اجزاء یعنی فارق اور لیط سے مرکب ہے اور اسکے معنی لمبائی ان اجزاء کے عربی ترکیب کی رو سے باطل کو دور کرنا یا حق و باطل میں امتیاز کرنا یا ان میں ہم نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ یونانی لفظ پیرا کلیٹ لفظ فارقلیط سے ہی بگڑا ہوا ہے اور اس کی وجوہات صاف ہیں کیونکہ جس شخص کے منہ سے یہ لفظ نکلا وہ عبرانی آدمی تھا۔ اور عبرانی بولی بولتا تھا جو عربی سے بہت ملتی جلتی ہے۔

ان واقعات کو پادری مانرو چالاکیان کہتا ہے اگر یہی سچ ہے تو پھر لغت کی سب کتابیں مانرو کے نزدیک ایسی ہی ہونی چاہئیں۔ فارقلیط اور پیرا کلیط اس قدر ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں کہ اس امر کو ملاحظہ رکھ کر کہ ایک ہی شخص کیلئے یہ دونوں لفظ دو مختلف زبانوں میں بولے گئے ہیں۔ یہ ماننا پڑتا ہے کہ ان میں سے ایک ضرور دوسرے سے بگڑا ہوا ہے اور جب اس امر کو بھی مد نظر رکھا جاوے کہ جس شخص نے یہ لفظ بولے وہ اور اس کے سامعین عبرانی بولنے اور سمجھنے والے تھے اور اس ملک میں یہی بولی عام طور پر بولی جاتی تھی۔ تو یقینی اور قطعی نتیجہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ اصل لفظ عبرانی یا عربی ہے اور یونانی لفظ اسی کا بگاڑ ہے۔

فارق عبرانی زبان میں توڑنے یا کچل ڈالنے کو کہتے ہیں اور لوٹا کے معنی پردہ و غلاف سحر وغیرہ ہیں۔ اس کی سند کے لئے پادری مانرو جس عبرانی و کشری کو چاہے دیکھ سکتا ہے لفظ لوٹ مختلف صورتوں میں بائبل کے مفصلہ ذیل مقاموں پر انہیں معنوں میں استعمال ہوا ہے جو اوپر بیان کئے گئے ہیں۔ دیکھو خروج ۲۴ و ۲۵۔ یسعیاہ ۲۵۔ سموئیل ۱۶ و ۲۴۔ ہم کئی دفعہ پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ عربی زبان سے جہاں کے سبب پادری مانرو اکثر ایسی باتیں منہ سے نکال دیتا ہے کہ اگر اسکو کچھ واقفیت ہو تو خود ہی شرمندہ ہو۔ فارقلیط خالص عربی لفظ ہے اور لسان العرب جلد ۲ صفحہ ۱۸۲ پر فرق کے مادہ کے نیچے اس لفظ کے متعلق یہ لکھا ہے وفی الحدیث فی صفتہ علیہ السلام ان اسمہ فی الکتاب السالفتہ فارق لیط ای یفرق بین الحق والباطل۔ اور ایسا ہی مجمع بحار الانوار جلد ۲ صفحہ ۴ پر لکھا ہے۔ ان اسمہ فی الکتاب السالفتہ فارق لیط ای یفرق بین الحق والباطل۔ دونوں عبارتوں کا مآل ایک ہی ہے یعنی یہ کہ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پہلی کتابوں میں فارق لیط آیا ہے یعنی وہ جو حق اور باطل کے درمیان امتیاز کرنے والا دو باتیں خصوصیت سے دیکھنے کے قابل ہیں۔ اول یہ کہ ان ہر دو لغت کی کتابوں میں لفظ فارق لیط کو مادہ فرق کے نیچے دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ عربی ہے اور اس کا اشتقاق فرق سے ہے۔ کیونکہ مادوں کے نیچے صرف وہی الفاظ دیئے جاتے ہیں جو ان سے مشتق ہوں۔ دوم لفظ فارقلیط کو دونوں جگہ فارق لیط لکھا ہے اور اس طرح نہ صرف اسکے اجزاء الگ الگ کر کے دکھا دیئے گئے ہیں بلکہ ترکیب بھی بتلا رہی ہے کہ یہ ایک خالص عربی ترکیب ہے جسکے لفظی معنی حق اور باطل میں امتیاز کرنے والا ہیں اور اسلئے یہ لفظ کسی اجنبی زبان کا لفظ نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہی جو بیگیو کی فارقلیط کے متعلق انجیل میں ہے اسکے الفاظ سے بھی یہی پایا جاتا ہے کہ فارقلیط کے معنی یہی ہونے چاہئے جو عربی ترکیب

اسکے معنی میں اس پر مفصل بحث پہلے گزر چکی ہے جس کا اعادہ ضروری نہیں ہے اس طرح ایک زبان کے الفاظ کا دوسری زبان میں جا کر غلط ملط ہو جانا اور دوسری زبان کی شکل اختیار کر لینا کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ ایسا ہی اس صورت میں ہوا یعنی انجیل کے یونانی کاتبوں نے لفظ فارقلیط کو جو پیشگوئی میں تھا یونانی لفظ پیرا کلیٹ کے بالکل مشابہ پا کر اور یا تو اسکے ٹھیک ٹھیک معنی نہ سمجھ کر یا دونوں الفاظ کے معنوں کو قریب قریب خیال کر کے یونانی نسخہ میں لفظ پیرا کلیٹ بجائے فارقلیط کے درج کر دیا لیکن ہم پادری مارو سے یہ امید نہیں رکھ سکتے کہ وہ ان تمام باتوں پر غور کر کے اپنی کسی بیہودگی سے رجوع کر لیا۔ ان انصاف پسند ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ اس مباحثہ میں پادری مارو نے کہا شک ایمان داری سے کام لیا ہے اور باوجود اسکے گالیوں اور استہزا میں کہا شک نوبت پہنچا چکی ہے۔

”نوٹ اور ریویو“

ہوس آف لارڈس کو | یہ امر کہ مرحوم ہنری ایڈورڈ جان سٹینلی جو ایڈورڈ لی کا تیسرا بیٹن سٹینلی کے ایک مسلمان ممبر کی وفات نام کا تھا صدق دل اور خلوص سے اسلام پر ایمان رکھتا تھا بہت کم لوگوں کو معلوم تھا۔ لیکن صفوة الاعتبار کے پڑھنے والوں پر جو شیخ محمد میر خاں ساکن ٹونس کا سیاحت نامہ ہے، یہ امر پوشیدہ نہیں کہ لارڈ سٹینلی مدت سے سچا مسلمان تھا۔ لیکن اس کا ایمان صرف زبانی اقرار تک ہی نہ تھا بلکہ ان واقعات سے جتنا ذکر صفوة الاعتبار کے مصنف نے کیا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی صداقت اسکے دل کے اندر رچی ہوئی تھی وہ نہ صرف پانچون وقت کی نماز کا ہی پابند تھا بلکہ تہجد کا بھی خاص طور سے التزام کرتا تھا اور سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ اس کی نمازوں میں گریہ و بکا اور سچا خضوع خشوع تھا جو بہت کم پیدائشی مسلمانوں کی نمازوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کی گفتگو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال درجہ کی محبت اور ادب پایا جاتا تھا۔ مذہب اسلام سے بڑی وسیع واقفیت رکھتا تھا۔ یہ شہداء کا ذکر ہے۔ یہ کب خیال ہو سکتا تھا کہ لنڈن جیسے شہر کی لاکھوں انسان پرست مخلوق کے اندر ایک سچے اور زندہ خدا کا پرستار

بھی موجود ہے۔ لارڈ سٹینلی ۲۱۔ رمضان المبارک جمعہ کے دن (مطابق ۱۱۔ دسمبر ۱۸۹۷ء) فوت ہوئے ان کا اسلامی نام عبدالرحمن تھا۔ اخبار کریسٹ نے ان کی تجہیز و تکفین کے واقعات کو اس طرح بیان کیا ہے ۲۵۔ رمضان منگل کے دن (مطابق ۱۵ دسمبر) ان کی لاش ایڈزلی پارک میں جہان ان کا آبائی گھر تھا ایک الگ جگہ میں دفن کی گئی تجہیز و تکفین بالکل اسلامی طرز پر ہوئی کیونکہ اسی مقدس اور لا تبدیل مذہب میں وہ زندہ رہے اور اسی پر مرے۔ احمہ لند۔ لاش ایک لکڑی کے سادہ صندوق میں رکھی گئی اور جو لوگ پارک میں کام کرتے تھے وہی محل سے اٹھا کر قبر تک لیگئے اسکے ساتھ ساتھ پیادہ پاؤں کا وارث (السیلف سٹینلی) اس کی بیوی ان کے بیٹے اور دوسرے رشتہ دار تھے۔ اور متوفی کی خاص ہدایت کے مطابق حامد بے رومی سفارت کا چیف سکرٹری ماتم کر نیکی لے موجود تھا۔ اور نماز جنازہ ترکی سفارت کے امام نے پڑھائی۔ اور پول میں بھی ان کا جنازہ شیخ عبداللہ کوٹلم نے پڑھایا، اخبار فری تھنکر جس نے ان واقعات کی تائید کی ہے لکھتا ہے کہ اس سے عیسائیوں کو سخت صدمہ ہوا ہو گا خدا تعالیٰ متوفی کو بہشت نصیب کرے۔ اور عیسائیوں کی آنکھیں کھولے کہ اس آفتاب صداقت کی روشنی انکے دلوں میں داخل ہو۔

یسوع کی نام میں دعا اسی رسالہ میں دوسری جگہ ہم نے لکھا ہے کہ کس طرح پر عیسائی لوگ ایک طرف تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہماری دعائیں یسوع کے واسطے سے قبول ہوتی ہیں اور ہمیں جواب ملتے ہیں اور پھر مقابلہ اور امتحان کے وقت گریز کرتے ہیں۔ اسکا ثبوت ایسی فیبی مورخہ ۶ جنوری ۱۸۹۷ء سے ملتا ہے جسے رام پور سے سید نصیر الحق نے ایک چھٹی اس اخبار کو لکھی ہے جس میں انہوں نے اسکو اسکے اس دعوے کی طرف توجہ دلائی ہے جو اس نے پہلی اشاعت میں کیا تھا کہ عیسائیوں کی دعائیں یسوع مسیح کے ذریعے سے قبول ہوتی ہیں اور انکے جواب ملتے ہیں اور پھر فرقہ احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعاوی کی طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ مسیح موعود ہونیکا اور تمام دنیا سے زیادہ اپنی دعاؤں کے قبول ہونیکا دعوے کرتے ہیں اور کہ اگر کوئی شخص دعائیں انکو ساتھ مقابلہ کرے تو یقیناً انکی دعا قبول اور انکے مخالف کی دعا مردود ہوگی اسکو بعد ڈاکٹر ڈوئی کا ذکر کیا ہے کہ اسکو انہوں نے دعائیں مقابلہ کیو اسطر بلا یا تھا۔ مگر اس نے خاموشی اختیار کی اسکے بعد پھر یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ اپنے قول کو پورا کر نیکی لکھ کسی پادری کو چاہئے کہ وہ مرزا صاحب کے بالمقابل آئے اور دعائیں انکا مقابلہ کرے لیکن جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں دعا کی قبولیت کا دعوے صرف عیسائیوں کے دکھائیے ہیں اور اگر کسی بات کا انکو یقین ہے تو وہ اس بات کا ہے کہ تجربہ اور عملی ثبوت انکے لئے مہلک ہیں چنانچہ مذکور بالا چھٹی کا جواب ایسی فیبی

کے ایڈیٹر نے یہ دیا ہو کہ ”چونکہ مرزا صاحب مسیح ہو نیکادعوے کرتے ہیں ہم انکو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اپنے دعوے کو تین طرح سے سچا ثابت کر کے دکھائیں اول اپنے آپکو غیر فانی ثابت کر کے دوسرا اسلام اور عیسائیت کو جبراً اپنے تابع کر کے اور تیسرے آسمان سے آگ برسا کر اپنے سارے دشمنوں کو ہمارے سمیت ہلاک کر کے اور ہم بھی دعا کرینگے کہ جب وہ خود فوت ہو جائیں تو انکا فریب بھی ساتھ ہی ہلاک ہو جائے اور ہمارا نامہ لگا نتیجہ کا منتظر رہے۔“

اس قسم کے ثبوت انبیاء سے ہمیشہ مانگے گئے ہیں۔ خود یسوع کو بھی ایک عمدہ موقعہ پیش آیا تھا کہ اگر وہ پہلے کے منارہ ہو کر ثابت کر دیتا کہ خدا کے فرشتے اسکے ساتھ ہیں تو شیطان بھی اسکا مرید ہو جاتا اگر یسوع بیچھوٹا سا کرتب دکھانا اور اس طرح اپنی مسیحیت ثابت کر دیتا تو شیطان بھی مغلوب ہو جاتا اور شاہد صلیب کی تکلیف سے بھی یسوع بچ جاتا۔ اب ایڈیٹر اپنی فنی کی درخواست کہ مرزا صاحب آپکو غیر فانی ثابت کر کے مسیحیت کا ثبوت دین اسی قسم کی درخواست ہے جیسے پہلے مسیح کو کیگلی اسکے علاوہ دوا و ثبوت مانگے گئے ہیں یعنی عیسیت اور اسلام کو مغلوب کرنا اور آسمان سے آگ برسا کر تمام مخالفین کو مسیح اسکے دشمن کے ممبر بننے کے ہلاک کرنا۔ واعظین انجیل کو مناسب کہ ساری بائبل نہیں تو کم از کم انجیل کو ذرا زیادہ غور سے مطالعہ کیا کریں کیا یہ یاد ہو کہ جب یسوع سے نشان مانگا گیا تو اس نے کیا جواب دیا۔ منی کہتا ہے کہ اس نے یہ جواب دیا تھا کہ ”اس زمانہ کے بد اور حرام کار لوگ نشان مانگتے ہیں مگر انہیں کوئی نشان نہیں دیا جاوے گا سو یونس نبی کے نشان کے“ متی ۱۶:۱۷۔ مرقس کہتا ہے کہ اس نے ایک سرد آہ کھینچی اور جواب دیا۔ ”اس زمانہ کے لوگ کیوں نشان طلب کرتے ہیں انہیں کوئی نشان نہیں دیا جاوے گا“ مرقس ۸:۱۲۔ تو قاضی سے اتفاق کرتا ہو لیکن اسکی نسبت زیادہ شایستہ ہے کیونکہ وہ لوگوں کو بدکار تو کہتا ہے لیکن حرام کار نہیں کہتا۔ یوحنا کو معلوم نہیں کہ کوئی ایسا واقعہ ہوا یا نہیں۔ یہ ہمنے اسلئے بیان کیا ہو کہ نامعلوم ہو کہ اس پہلے مسیح کو جو آج خدا سمجھ کر پوجا جاتا ہو یہودیوں کے ساتھ کیا کیا مشکلات پیش آئے تھے۔ لیکن مسیح موعود تو ہر طرح کا ثبوت پیش کر رہا ہے۔ اب اپنی فنی کا ایڈیٹر ان سے غیر فانی ہونیکا ثبوت طلب کرتا ہے لیکن یہ محض یہود کی ہو خدا کے مرسل روحانی طور پر تو غیر فانی ہوتے ہیں لیکن جن معنوں میں وہ غیر فانی ہونیکا ثبوت طلب کرتا ہو ان معنوں میں کوئی انسان غیر فانی نہیں بلکہ اسکے اپنے اعتقاد کے رو سے تو اسکا خدا بھی غیر فانی ثابت نہیں ہوا۔ مذہبی مباحتات سے اسی وقت کوئی فائدہ ہو سکتا ہو جب انصاف اور سچائی انہیں مد نظر ہو۔ اگر پادر یسا جان اس طریق پر چلتے تو ایسی باتیں انکے منہ سے نہ نکل سکتیں کیا یسوع نے وہ نشان دکھائے تھے جو یہودی اس سے

اسکے دعوے کے ثبوت میں طلب کرتے تھے؛ کیا اس نے یہودیوں کے نزدیک اپنا غیر فانی ہونا ثابت کر دیا؟
کیا وہ صرف اکیلی قوم یہود کو اپنے مطیع کر سکا؟ کیا اس نے آگ برسا کر اپنے دشمنوں کو ہلاک کر دیا؟ لیکن اگرچہ
مسیح ہونیکے بلکہ عیسائی اعتقاد کے موجب پورا پورا خدا ہونیکے ان کاموں میں سے ایک بھی نہیں کر سکا تو
کیا عیسائیوں کو یہ ثبوت مسیح موعود سے مانگتے ہوئے شرم نہیں آتی +

لیکن اسکے باوجود بھی یہ دیکھنا چاہئے کہ یسوع کے بالمقابل مسیح موعود کو کس قدر عظیم الشان کامیابی
ہوئی ہے اور ہو رہی ہے۔ عیسائیت کی اصل عمارت تو مسیح کی قبر کے دریافت ہو جانے سے اور دوسرے
زبردست دلائل سے جو زمانہ میں پیدا ہو گئے ہیں گرچہ یہ ابھی سے عیسائیوں کو یہ فکر پڑی ہوئی ہے
کہ پہلے عقیدوں کی بجائے نئے عقیدے قائم کرنے چاہئے کیونکہ سب سے بڑا عقیدہ خون مسیح کا جس پر
عیسائیت کا دار و مدار تھا وہی سب سے بڑا جھوٹ ثابت ہو کر چھوڑا جا رہا ہے۔ باقی رہا اسلام مسیح موعود
کا ظہور اس کو قائم کرنے کیلئے اور اس میں دوبارہ جان ڈالنے کے لئے ہے اور جیسا جیسا عیسائیت کے عقیدے
مرتے جاتے ہیں اسلامی عقائد میں جان پڑتی جاتی ہے مسیح موعود کی جماعت اس وقت قریب دو لاکھ
کے ہو۔ کیا کوئی پادری صاحب بتا سکتے ہیں کہ یسوع کے مرید اس کی زندگی میں کتنے تھے۔ وہ آسمانی آگ
جس میں ایڈیٹر صاحب ایسی قیمتی چلنے کے خواہشمند ہیں آسمان سے برس رہی ہے اور ملک میں ایک
قیامت کا منہ ہو رہا ہے۔ کیا طاعون کی تباہی کسی کی آنکھوں سے چھپی ہوئی ہے اور کیا یہ سچ نہیں کہ
نبیوں نے پیش گوئی کی تھی کہ طاعون مسیح موعود کے ظہور کی نشانی ہے اور خود حضرت مسیح موعود نے
اپنی کتاب براہین احمدیہ میں کئی سال اس سے پیشتر جو طاعون کا نام و نشان کہیں ہو پیش گوئی کی تھی
اس بات کے ثبوت میں کہ یہی وہ آگ ہے جو آسمان سے برس رہی ہے۔ ایڈیٹر صاحب کشتی نوح
کو چڑھیں +

یہ تھایڈیٹر صاحب کی درخواستیں تھیں۔ مگر اب ہم اُن سے التجا کرتے ہیں کہ جیسا سید ضیاء الحق نے
انہیں لکھا ہو اگر وہ اپنی دعا کی قبولیت کے دعوے پر جو اخبار میں چھاپا تھا قائم ہیں تو ان کا فرض ہے کہ اس وقت
بہانے بنا کر پیچھے نہ ہٹیں اگر وہ یقیناً جانتے ہیں کہ ان کی دعا قبول ہوگی اور ان کے بالمقابل ایک ایسے شخص
کی دعا قبول نہیں ہو سکتی جبکہ وہ "مفتی" کے نام سے پکارتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ سید ضیاء الحق صاحب
کی درخواست کو ٹال دین عیسیٰ اور اسلام کے مذہبی اصولوں کا جھگڑا ان کے تصور اس اصول کے نیسے طے ہو سکتا ہے +

کلیسیا کے بڑے بڑے عہدے داروں کو کچھ کرنا چاہئے | ولایت کا اخبار میبلٹ ۳۰ اکتوبر ۱۹۰۷ء کے
 اخبار میں لکھتا ہے کہ کلیسیا کے بڑے بڑے عہدے داروں کو کچھ کرنا چاہئے چنانچہ ذیل میں ہم اس کی عبارت
 کا ترجمہ دیتے ہیں: ”مرزا غلام احمد صاحب نے انسکوپوٹیا بلیک (بائبل کا دُراثرۃ المعارف) پڑھا ہے اور چونکہ
 یہ مشہور و معروف کتاب انگریزی کلیسیا کے ایک عظیم الشان عہدے دار کی تصنیف ہے مرزا صاحب عیسائیت
 کی تردید میں اسکا حوالہ دیتے ہیں اور شاید ایسا کرنے میں وہ مغرور ہیں۔ ہندوستان کے اخبار ریویو پوائنٹ
 ریلیجنز میں یہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”نہیے زیادہ معتبر کتاب جس میں اس عہدہ درجہ کے عیسائی محققین کے خیالات
 کا اظہار ہے اور جس کے کھنڈل ایسے انخاص ہیں جو عیسائی کہلاتے ہیں انسکوپوٹیا بلیک ہے جس کی دوسری
 جلد میں لکھا ہے کہ تمام انجیلوں میں یسوع کے متعلق صرف پانچ ایسے فقرے ہیں جو قابل اعتبار ہیں
 پروفیسر ٹھیڈل جو زیورپچ کی یونیورسٹی میں اناجیل کی تفسیر کا پروفیسر ہیں کہ یہ عظیم الشان عہدے دار اس
 مضمون کے لکھنے والا ہے“ آگے لکھتا ہے کہ یہ فقرات جو یسوع کی علمی زندگی کے بنیادی پتھر کہے جاسکتے
 ہیں قطعی اور یقینی طور پر یہ ثابت کرتے ہیں کہ یسوع کی زندگی میں ہم ایک خالص انسان دیکھتے ہیں اور
 الوہیت کا اگر کوئی شاہد اس میں ہو تو صرف اس عقیدہ جیسا اور انسانوں میں ہو سکتا ہے ہم امید کرتے
 ہیں کہ یاد رکھنا ان صدائقوں کا صاف اقرار کریں گے اور یسوع کی الوہیت کے فاسد عقیدے پر
 آئندہ کے لئے لعنت بھیجیں گے“ اخبار کارڈین کا ایک نامزد نگار صاحب کے اس فقرہ پر بحث کرتا
 ہوا لکھتا ہے کہ ”یہ تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ ایک مسلمان قرآن شریف کی وحی اور صداقت کے لئے اس
 بڑھ کر دعوے کرے جو عیسائی بائبل کی نسبت کر رہے ہیں لیکن یہ امر کہ وہ اس بات کی تائید پر ایک
 ایسی کتاب پیش کرے جس کا بہت حصہ انگریزی کلیسیا کے ایک عہدہ دار اور پاروری اور کانسٹنٹنورٹ
 جیسی یونیورسٹی کے پروفیسر کا لکھا ہوا اور مرتب کیا ہوا ہے ہمارے لئے ایک ایسی شرم کی بات ہے کہ اسکا
 نشانہ ہمیں نہیں ہونا چاہئے۔ اپنی پرائیویٹ حیثیت میں پروفیسر کین کو اختیار ہے جس طرح چاہے گا
 لکاوے اور جو چاہے لکھے لیکن جب وہ اپنی بلک حیثیت اور اثر کو ایسے عقیدوں کو پھیلانے میں استعمال
 کرتا ہے جو عیسائیت کے بنیادی اصولوں کو خاک میں ملاتے ہیں تو وہ اس سارے کلیسیا کو جسکا وہ ممبر
 ہوا اپنے ساتھ ملزم کرتا ہے اور اس مذہب پر ایک ہلکے جملے کرتا ہے جسکو کلیسیا پھیلائی کی کوشش کر رہی ہے“
 اسی مضمون پر ایک اپیل اعتراض کی صورت میں اکنسفورٹ اور کیمبرج کی یونیورسٹیوں کے چانسلروں کی خدمت

مین پیش کی گئی ہے۔ لیکن جو نامہ نگار اخبار گارڈین کو لکھتا ہے اس کی رائے ہے کہ کلیسیا کے لاٹ پادریوں کو بھی اس معاملہ میں کچھ کرنا چاہئے وہ انکو وہ حلفی اقرار نامہ یاد دلانا ہے جس پر سب چھوٹے اور بڑے پادری ہان کر چکے ہیں کہ گیتام پوری دیانتداری اور ہوشیاری کے ساتھ تمام غلط اور نئے اصولوں کو جو خدا کے کلام کے خلاف ہیں۔ دور کرنے اور رد کرنے کے لئے تیار رہو گے۔ اور پھر کہتا ہے کہ ”ہمارے خداوند کی الوہیت کا انکار کوئی نیا اور عجیب عقیدہ تو نہیں لیکن کم سے کم ہمارا یہ ایمان ہے کہ غلط اور خدا کے کلام کے خلاف ہے“ لیکن اگر کلیسیا کے عہدے دار ہر ایک جھوٹے عقیدے کو برا کہنے لگیں اور رد کرنے لگیں تو انگریزی کلیسیا کی وسعت کہاں جائے گی۔“

مگر ہم کہتے ہیں کہ کلیسیا کے عہدے دار اس کتاب کو ہاتھ میں لیکر کیا کر سکتے ہیں جس کو کلام الہی ماننا جھوٹ ثابت ہو چکا ہے۔ ہاں ہم بھی ان ایلوئےکے نتائج کے منتظر ضرور ہیں +

متعلیمین بائبل کا اتحاد | اس عنوان کے نیچے ریکارڈ اور راک ولایت کے دو اخباروں نے اور اعلیٰ تنقید - ۳۰۔ اکتوبر کو کورف صاحب کی ایک چٹھی چھاپی ہے یہ وہی صاحب ہیں۔

جنہوں نے اکسفورڈ اوکیسبرج کی یونیورسٹیوں کے چانسلروں کے پاس ایک اپیل بھیجی تھی کہ اعلیٰ تنقید کے نتائج عیسائی عمارت کو گرانے والے ہیں وہ لکھتا ہے:-

جناب من اہمالک غیر مین انجیل کی اشاعت کنندہ مجلس نے اپنے سہ ماہی رسالے مین ایک مضمون بعنوان ”اعلیٰ تنقید مشنری کام کو مدد دینے والی ہے“ درج کر کے گویا ایک چیلنج دیا ہے اور یہ بھی ایسے وقت مین جبکہ ہندوستان سے یہ خطرناک اطلاع پہنچی ہے کہ اعلیٰ تنقید کے اصولوں پر اس جگہ اب کھلے طور پر بائبل کو قرآن شریف کی طرح مانا جاتا ہے۔ چرچ مشنری سوسائٹی کے ہائی سکول کا پرنسپل کشن نگر (بنگال) سے اخبار ریکارڈ کو لکھتا ہے کہ پنجاب کا ریویو آف ریلیجنز سب سے نئی اور اعلیٰ درجہ کی تنقید کی بنا پر کہتا ہے کہ بائبل کی وہی قدر و قیمت ہے جو قرآن شریف اسے دیتا ہے اور اس طرح پر مشنریوں کو روکے دیتا ہے۔ کہ وہ بائبل کی تعلیم کو خیر باد کہیں جو اس طرح پر باطل ثابت ہو چکی ہے۔ اور وہ اس امر کو تسلیم کر لیں کہ یسوع کی برائے نام الوہیت دوسرے انسانوں سے کچھ بھی زیادہ نہیں اس طرح اس بدیہ تنقید کی زبردست رد کے سامنے بائبل ایک تیکے کی طرح بہ گئی ہے“ اور یہی اس کی قیمت مین تھا۔ دنیا بھر مین عیسائیت کی یہ شرمناک اور انجام بد کی دھکی دینے والی حالت اس فوری اپیل کا

موجب ہوئی۔ جو اس ملک میں کیمبرج اور اکسفورڈ کی یونیورسٹیوں کے چانسلروں کے پاس کی گئی۔ لہذا ان اسباب کی موجودگی میں مجلس شاعت انجیل کی یہ تہذیبی اگر اسکا فوری جواب نہ دیا گیا تمام ممالک غیر کے مشنری کام کو متزلزل کئے بغیر نہ رہے گی اسلئے اسکا جواب ضرور ہونا چاہئے۔ پھر انجمن ترقی تعلیم عیسوی نے حال میں ایک کتاب شائع کی ہے جس میں مندرجہ ذیل فقرات درج ہیں ”میری رائے میں تمام تاریخ عالم میں بدھ کی شخصیت یقیناً مسیح سے دوسرے درجہ پر ہے اگرچہ کہنے میں ہم اسکو موسیٰ سے افضل قرار دیتے ہیں۔ اس طرح مندرجہ بالا الفاظ میں (جو اسٹیف اظہم دسن نے لکھے ہیں۔ اور بعنوان ایس۔ پی۔ سی کے طبع ہوئے ہیں) ایراسیم۔ الیاسٹ۔ داؤڈ۔ یسعیٹا۔ انجیل نویون اور جویون کنواری مریم اور پولوس رسول کا درجہ بدھ سے کم تر درجہ پر قرار دیا گیا ہے“ مزید برآں برٹل چرچ کانگریس میں ایک بشپ جسکو کینن ڈیور اور کینن کی طرح سالہائے دراز تک ایک اعلیٰ درجہ کا انگریز محقق ہونیکا مخر حاصل رہا ہے۔ انہیں قیاسات کا اعادہ کیا ہے جن کی بنا پر بائبل کی صورت و صداقت کا انکار ہندوستان آسٹریلیا اور دیگر حصص دنیا میں ہستی ہے ایسی تمام تحدیدوں کے جوابات خواہ وہ کسی کی طرف سے لگے گئے ہوں پہلے سے موجود ہیں کیونکہ گزشتہ چند سال کے اندر ایک کافی ذخیرہ ایسی کتابوں کا موجود ہو گیا ہے جو انگلستان اور جرمن کے پروفیسروں کی ماہرانہ تصنیفات ہیں نیز ان لوگوں کی تصنیفات ہیں جو بائبل کی جدید تنقید کے ہر شعبہ کے ماہر ہیں۔ ان کتابوں میں منقولی طور پر اعلیٰ درجہ کے محققوں کی نکتہ چینیوں کی تردید کی گئی ہے اور اس طرح پر پاک نوشتوں کی صداقتوں کو مکمل قائم کیا ہے۔ مجلس متعلین بائبل حال ہی میں انگلستان اور سکاٹلینڈ میں قائم کی گئی ہے۔ جسکا خصوصیت کے ساتھ یہ دعا ہے کہ وہ اس ملک اور غیر ممالک میں بائبل پر حملوں کی مداخلت کے علم کی اشاعت کرے اور اس طرح ہر شخص کی وسعت کے موافق بائبل کی معقول حفاظت کے اوزار اور مصالح کو ہم پہنچائے۔ اگر اس ملک کو عیسائی رکھنا ہے تو بائبل کی کامل مداخلت یا حفاظت اس ملک کی قومی زندگی کا ایک ضروری جزو ہو گیا ہے اور ان زبردست کوششوں کو جو کچھ نوروں میں اور بائبل کی جماعتوں میں اعلیٰ تنقید کے اصول سکھا کر انکو ان اصولوں پر قائم کر نیکیے لئے کی جاتی ہیں۔ ملحوظ رکھنا یہ اور بھی زیادہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ بالآخر سب سے آخری تدبیر جو ان برباد کن محققوں نے پارہ پارہ شدہ بائبل کے معاوضہ میں پیش کی ہے یہی ہے ”مسیح بذات خود اور اس کی تعلیم“ ہے۔ اور یہ دونوں کنیوسس سکول اور سکول پیڈیا بلیکا کی متحد کوششوں سے برباد ہو گئی ہیں کیونکہ انہوں نے مسیح کو ایک ایسا معلم قرار دیا ہے جس سے صد و خطا ہوتا رہا۔

اور اسکو ایک معمولی انسان کے درجہ پر تنزل کیا ہے۔ اس طرح کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ مان بجز اس گرد و غبار کے جو کونے کے پتھر کے گرد گرد چور چور ہونے سے پیدا ہو کچھ بھی نہیں رہا۔ مان ٹھیک اسی طرح جیسے پہلے کہا گیا تھا مجلس تعلیم بائبل میں چند مشہور علماء عصر بھی شریک ہیں۔

اس اقتباس کو پڑھ کر جو ریکارڈ جیسے مشہور اخبار سے کیا گیا ہو اور جو ایک زیر دست عیسائی کی قلم سے نکلا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ اس بات کا پتہ لگتا ہے کہ عیسائیوں کو عیسائی رکھنے کے لئے ہین بلکہ یورپ کو یا کم از کم انگلستان کو عیسائی رکھنے کے واسطے بہت بڑی کوششوں کی ضرورت تھی اور عیسائیوں کو محسوس ہو رہی ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں جیسا کہ اس اقتباس کے آخری فقرے بتا رہے ہیں کہ اب ایوان عیسویت کی بنیادیں ہل چکی ہیں۔ اور تنزل در ایوان عیسے خدا کا مضمون صاوق آ رہا ہے۔ یورپ ہو یا عیسائیت کی موت کو مشاہدہ کر چکا ہے۔ اور اب جنازہ مسیحیت پر نو حوائی کر رہا ہے لیکن ہندوستان میں ہمارے مخالف نہیں نہیں حق و حکمت کے مخالف۔ صداقت و راستی کے دشمن پیچ رہے ہیں کہ مسیح موعودؑ نے اگر کیا کیا ناناؤا آنکھیں کھولو۔ اور یورپ و امریکہ کے اخبارات کو پڑھو۔ اور دیکھو کہ عیسویت کا جنازہ کس طرح اٹھ رہا ہے۔ عیسائیوں نے اپنے گھر میں محض مسیح موعودؑ کے القاس قدس کے طفیل آناؤ خیال لوگ پیدا ہو رہے ہیں جو عیسویت کے خیالی ڈھکوسلو کو مان نہیں سیکتے۔ اور عیسائیوں کے ملک اور عیسائیوں کے گھروں میں رہ کر اب وہ پکاراٹھے ہیں کہ مسیح معمولی انسان سے بڑھ کر کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ یہ نورا و توجہ کا ظہور محض ایک پاک وجود کے ذریعہ اس وقت چمکا ہے جو مسیح موعودؑ کے نام سے آیا ہو جسکی ایک شعاع کو یورپ آدنا ریلیغز مغربی دنیا میں پھیل رہا ہے اور وہ وقت آنا ہو کہ مغربی تو میں بڑی نیاز مندی کے ساتھ اسلام کی طرف رجوع کریں اور آفتاب مغرب سے طلوع ہو۔

اعلان

(۱) بہت عرصہ سے توجہ دلائی جا رہی ہے کہ جن خریداران کے ذمہ سنوات گذشتہ کا کچھ چندہ باقی ہے وہ سن روان کی پیشگی زر چندہ کے ساتھ بقایا ذمگی ادا کر کے بیباقی حساب کریں لیکن بجز معدود چند احساب کے باقی خریداران کی جانب سے اس تاکید عرضداشت پر بہت ہی کم توجہ کی گئی ہے۔ لہذا ایسے جملہ خریداران کو ایک دفعہ پھر یاد دہانی کا موقعہ دیا جاتا ہے کہ یا تو وہ براہ مہربانی جلدی بیباقی حساب کریں ورنہ کم از کم اطلاع بخشین کہ ب تک ان کی جانب سے رقم ادا ہوگی یا کس ماہ میں انکو نام وی پی بھیجنا۔ بصورت عدم ترسیل رقم واجب الوصول یا عدم اطلاع کے اگلا پرچہ وی پی ارسال ہوگا۔ (۲) باوجود متواتر توجہ دلائے کے اکثر خریداران خط کتابت کرتے وقت اپنا نمبر خریداری نہیں لکھتے۔ تعداد خریداری دو ہزار سے بڑھ گئی ہے اور بفضلہ نقلے روز بروز رو بہ ترقی ہے۔ بدون پتہ نمبر کے تلاش نام میں علاوہ حرج کام کے بڑی مشکل و وقت پیش آتی ہے۔ لہذا اب نمبر خریداری نہ لکھنے کی صورت میں شکایت عدم تعمیل بجا تصور ہوگی۔

(۳) میگزین فنڈ کا جملہ روپیہ خواہ خیراتی ہو یا امدادی یا خریداری کا ہو یا متفرق۔ بنام منیجر ریویو آف ریلیجز فاؤنڈیشن آنا چاہئے۔ اور روپیہ بھیجتے وقت اس امر کی تفصیل ہونی چاہئے کہ ان متذکرہ بالادات میں سے کس مدد کا یہ روپیہ ہے اور کس کس سال کی بابت اور کس کس صاحب کی جانب سے۔ عدم تفصیل کی حالت میں اندراج رجسٹر نامکمل رہتا ہے جس مغالطہ حساب کا اندیشہ ہے۔

(۴) سالہائے گذشتہ کے ختم شدہ چرجات جو دوبارہ زیر طبع تھے ان میں سے چند نمبروں کی تکمیل چھپائی میں چند یوم کا توقف مکمل چھپ چکے پر جن خریداروں کو جو نمبر پہلے نہیں ملے۔ وہ انکی یاد دہانی کے بغیر خود بخود ان کی خدمت میں ارسال ہونگے مان جدید خریدار جلدی درخواستیں بھیجیں ورنہ بصورت توقف پھر دوسری ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا +

(۵) انڈکس یعنی فہرست مضامین پرچہ جات میگزین سال ۱۹۳۳ء اب تیار ہو کر چھپوائی جاوے گی اور پرچہ ماہ مارچ ۱۹۳۳ء کے ساتھ جملہ خریداران کی خدمت میں ارسال ہوگی۔ بہتر ہے کہ خریداران اس فہرست کے پہونچنے پر سال ۱۹۳۳ء کے پرچہ جات کی جلد بندی کرا دیں۔ منیجر

۳ یہ نیا آلہ میں شہر اور شہر کی نظروں میں دکھائی دیتی ہے۔

جس کو ہوا میں شگ، غبر، موٹا، موتی، یا قوت، اور بیش قیمت جو اس بات کو خالص تیار ہوتی ہیں انسان کی زندگی، تندرستی، طاقت، کیلئے لے بہتر کوئی دوا نہیں۔ امراض طلب اعصاب گردہ شانہ و فساد خون کر رفع کر نہیں ہنشل میں معدہ کو درست اور خون کو ہلکا مواد صاف و تمام جسم کو اعضا کو قوی اور مضبوط کرتی ہیں و باکی اور زہریلی بیماریوں کو روکتی ہیں طبیعت میں تفریح اور خاطر خواہ لطف مزہم بخشنے کی۔ اگر دنیا بھر میں سب پر تاثیر تریبہ ہر قسم زخموں، جراثیموں، چوٹوں، گلیٹوں، خنازیر، سرطان، طاعون اور ہر ایک قسم خبیث ہر بلہ پھوٹوں، پھنسیوں، ناسوں، بواسیر، گتھ، غارش اور طرح طرح کی جلدی بیماریوں، تھوکی، سرس، پھٹ، جھانور، کو کاٹ لینے، علاج عورتوں کو خطرناک امراض سرطان رحم وغیرہ کیلئے صد سال کا تجربہ طبقہ حکما کا متفقہ و مجربہ بابرکت علاج چاہتے ہیں یہ بابرکت مرہم صرف اس خانہ منگوا جو اسکو خالص اجناس و تیار کیا و مٹا رہی طبی جان اسکو کامیاب تاثیرات کامنوں ہر قیمت فی ڈبہ ۱۲ روپے۔

پاکٹ کیلکس بات۔ اکثر جانیں طبیبات علاج کو بروقت نہ پہنچو سخت تکلیف برداشت کرتی اور بعض وقت بخت ہلاک ہو جاتی ہیں۔ اس دردناک حالت کو کھسک رہے ہیں یہ پاکٹ کیلکس تیار کیا ہے اور اس میں مختلف پچاس ساٹھ بیماریوں کی جکی اکثر شکایت رہتی ہے وہ درد اور صدمہ، رگھنی، بڑبڑ، کڑا کڑی اور یونانی طب سوقت کچھ ثابت نہیں اور یہ کیس ایسا بنا گیا ہے کہ حبیب میں رہ سکو ایک ترکیب اسکو ہر دور ہر طرح سے آسانی لگتی ہے کہ شہد جانو والا انسان بھی سفر و حضر میں اسکو سمجھ کر پوچھے طبیبات کام دیکھتا ہے اور ادویہ استعمال و وقت مرض خطرات متعلقہ سوچا سکتا ہے اسکو اس پاکٹ کیلکس ہر ایک انسان کو پاس ہر حالت میں ہونا ضروری ہے۔ قیمت۔ ۵ روپے۔

عمدۃ التقویم سنہ ۱۹۰۷	کارخانہ مرہم عیسے حکیم محمد حسین برادر لاہور سے طلب کرو	آئینہ صحت مناع شریکیت
معہ فہرست ادویات مفت		ادویات کارخانہ مرہم عیسے

”ضروری استدعا“

جن جن برادران طریقت کو کسی انگریزی دوائی پیٹنٹ یا غیر پیٹنٹ کی ضرورت ہو یا وہ کوئی انگریزی نسخہ تیار کروانا چاہیں اور اپنے مقامی اسٹیشن میں کسی انگریزی دوائی خانہ کے نہ ہونے کے باعث انہیں کسی اور شہر سے ادویات منگوانی پڑیں وہ بجائے کسی اور جگہ لکھنے کے ادویات فرانٹیر میڈیکل ہوسپتال اور بازار قصہ خوانی کو منگوائیں یہ دوکان میر متعلق ہے انہیں کوئی نقصان نہیں اور دکان کا فائدہ اور ایک بھائی کی مدد ہے +
المشتر: خواجہ کمال الدین وکیل پشاور

ضیاء الاسلام پریس قادیان میں باہتمام حکیم مولوی فضلہ زحید طبیب ہوا۔